بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

ISSN 2582-4619

جلد نمبر ۶۳ — ۲۵ فروری ۲۰۲۶ء مطابق ۷ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ — شمارہ نمبر ۸

اس شمارے میں

شعروادب	جگر مرادآبادیؒ	۴
''شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن''	شمس الحق ندوی	۵
عظمت والی کتاب	حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی	۷
قرآن والے، اللہ والے	عبدالرشید راجستھانی ندوی	۹
ہم رمضان کیسے گزاریں؟	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۰
رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ	محمد شعیب ندوی	۱۳
ابرِ کرم اور رحمت کا موسم بہار	محمد نصر اللہ ندوی	۱۵
رمضان اور خواتین: چند فقہی مسائل	منور سلطان ندوی	۱۶
نیکیوں کا موسم بہار	محمد عمر عثمان ندوی	۱۸
وقت کا ضیاع-سب سے بڑا نقصان	محمد سمعان خلیفہ ندوی	۲۰
زکوٰۃ کے مصارف اور چند ضروری مسائل	مفتی راشد حسین ندوی	۲۳
آغوشِ اعتکاف میں لعل شب قدر	محمد جاوید اختر ندوی	۲۶
تعارف وتبصرہ	محمد اصطفاء الحسن ندوی	۲۸
وندے ماترم-عقیدۂ توحید کے منافی	محمد نفیس خان ندوی	۳۰
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۱

سرپرست

حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی

معاون مدیر

محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی

محمد نفیس خان ندوی ❁ محمد جاوید اختر ندوی

مجلس مشاورت

مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی ❁ مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی

قارئین محترم! تعمیرِ حیات کا سالانہ زرِ تعاون ذیل میں دیے گئے اکاؤنٹ میں جمع کرائیں!

TAMEER E HAYAT
A/c. No. 10863759868 (Current A/c.)
IFSC Code : SBIN0000125 -- Swift Code : SBINNB157
State Bank of India, Main Branch, Lucknow

براہِ کرم رقم جمع ہوجانے کے بعد دفتر کے فون نمبر یا ای میل پر خریداری نمبر کے ساتھ اطلاع ضرور دیدیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

TAMEER-E-HAYAT

Tagre Marg, Badshah Bagh, Lucknow - 226007, Call : 9559844716
website : http://tameerehayat.com - email : tameer1963@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

سالانہ زرتعاون -/500	فی شمارہ -/25	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ 100$

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر ₹30/= جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کی خریداری نمبر کے نیچے اگر سرخ لکیر ہے تو سمجھیں کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے، لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں۔ اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر محمد طٰہٰ اطہر نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعر و ادب

ناز جس پہ کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر

جگر مراد آبادیؒ (۶/اپریل ۱۸۹۰ء-۹/ستمبر ۱۹۶۰ء)

پہلے تو حسنِ عمل، حسنِ یقیں پیدا کر
پھر اسی خاک سے فردوسِ بریں پیدا کر

یہی دنیا کہ جو بت خانہ بنی جاتی ہے
اِسی بت خانے سے کعبہ کی زمیں پیدا کر

روح آدم نگراں کب سے ہے تیری جانب
اٹھ اور اِک جنتِ جاوید یہیں پیدا کر

خس وخاشاکِ توہّم کو جلا کر رکھ دے
یعنی آتش کدۂ سوزِ یقیں پیدا کر

غم میسر ہے تو اس کو غم کونین بنا
دل حسیں ہے تو محبت بھی حسیں پیدا کر

آسماں مرکز تخیّل و تصور کب تک
آسماں جس سے خجل ہو وہ زمیں پیدا کر

دل کے ہر قطرہ میں طوفانِ تجلی بھر دے
بطن ہر ذرہ سے اک مہرِ مبیں پیدا کر

بندگی یوں تو ہے انسان کی فطرت لیکن
ناز جس پہ کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر

پستی وخاک پہ کب تک تری بے بال وپری
پھر مقام اپنا سر عرش بریں پیدا کر

عشق ہی زندہ و پاینده حقیقت ہے جگرؔ
عشق کو عام بنا ذوقِ یقیں پیدا کر

جو محبوبِ خدا کا ہے وہ محبوبِ خدا ہوگا

تجھی سے ابتدا ہے، تو ہی اِک دن انتہا ہوگا
صدائے ساز ہوگی اور نہ ساز بے صدا ہوگا

ہمیں معلوم ہے، ہم سے سنو محشر میں کیا ہوگا
سب اس کو دیکھتے ہوں گے، وہ ہم کو دیکھتا ہوگا

سرِ محشر ہم ایسے عاصیوں کا اور کیا ہوگا
درِ جنت نہ وا ہوگا، درِ رحمت تو وا ہوگا

جہنم ہو کہ جنت، جو بھی ہوگا فیصلہ ہوگا
یہ کیا کم ہے ہمارا اور ان کا سامنا ہوگا

ازل ہو یا ابد دونوں اسیرِ زلفِ حضرت ہیں
جدھر نظریں اٹھاؤ گے یہی اک سلسلہ ہوگا

یہ نسبت عشق کی بے رنگ لائے رہ نہیں سکتی
جو محبوبِ خدا کا ہے وہ محبوبِ خدا ہوگا

اسی امید پر ہم طالبان درد جیتے ہیں
خوشا دردے کہ تیرا دردِ دردِ لادوا ہوگا

نگاہِ قہر پر بھی جان و دل سب کھوئے بیٹھا ہے
نگاہِ مہر عاشق پر اگر ہوگی تو کیا ہوگا

یہ مانا بھیج دے گا ہم کو محشر سے جہنم میں
مگر جو دل پہ گزرے گی وہ دل ہی جانتا ہوگا

سمجھتا کیا ہے تو دیوانگانِ عشق کو زاہد
یہ ہو جائیں گے جس جانب اسی جانب خدا ہوگا

جگرؔ کا ہاتھ ہوگا حشر میں اور دامن حضرت
شکایت ہو کہ شکوہ جو بھی ہوگا برملا ہوگا

اداریہ

”شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن“

شمس الحق ندوی

نگاہیں ایک دن بدر کے نقشہ پر پڑیں۔ بدروہ جہاں حق و باطل کا پہلا معرکہ ہوا تھا، نگاہیں تھوڑی دیر کیلئے نقشہ پر جم کر رہ گئیں، پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ اور انھیں جھلسے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں وہ ریگ زار جو میدان کارزار بنا تھا حق و باطل کا، مشرقی کنارے کی طرف نظر گئی تو العدوۃ الدنیا نظر آیا، جو اسلامی لشکر کی جگہ تھی، یہیں ٹوٹی پھوٹی چہار دیواری پر نظر پڑی جو اپنے دامن میں ان نفوس قدسیہ کو لیے ہوئے ہے جو اللہ و رسولؐ کے عشق و محبت میں جان دینے کے لئے اس طرح شوق و وارفتگی کے ساتھ بڑھ رہے تھے جس طرح دودھ دینے والا جانور اپنے بچے کی طرف لپکتا ہے، جب دیر سے بچہ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو، اس مشہد مقدس پر نظر پڑنا تھا کہ تصور و خیالات کی دنیا میں گم ہوگیا، اس کی ایک ایک تصویر نگاہوں میں پھرنے لگی اور اپنے کھوٹے ایمان اور اللہ و رسولؐ سے محبت کے جھوٹے دعوے کو شرم و ندامت کے پانی میں غوطے دینے لگی۔

میں نے دیکھا کہ جھلسا ہوا صحرا ہے، پانی کا دور دور پتہ نہیں، گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے ہیں، تین سو تیرہ مجاہدین، ستر اونٹ اور دو گھوڑے میدان میں ہیں، سب پیاسے ہیں، اور گرم ہوائیں چل رہی ہیں، ان مجاہدین کے قائد خود ساقئ کوثر ہیں، یہ تصویر نگاہوں کے سامنے گزر رہی تھی کہ مجھے حفیظؔ جالندھریؒ کے ”شاہنامۂ اسلام“ کی وہ نظم یاد آگئی جو انھوں نے ”صحرا کی دعاء“ کے عنوان سے لکھا ہے، اس نظم نے دل کی کچھ اور ہی حالت کردی، ہونٹ یوں حرکت کرنے لگے:

یہ تشنہ لَب جماعت جب یہاں پر رُک گئی آ کر	دُعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرہ بخشنے والے	رُخِ خورشید کو کِرنوں کا سہرا بخشنے والے
اَزل کے دِن سے اب تک ریگ میں بُھنتا رہا ہوں میں	صدائے رَعد و باراں دور سے سُنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا، جان پانی کو ترستی ہے	میرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی	میری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا	لِیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خِراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دِن ایسا بھی آئے گا	کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا
اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی	میرے دِل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے	شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو	بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا	چُھپا کر ایک گوشے میں مُصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی اِن مقدس میہمانوں کو پلا دیتا	میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بُجھا لیتا
میرے سَر پر سے گزرا نوح کے طوفان کا پانی	تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اُس وقت نادانی
اگر کرتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی نگہ داری	تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ سَتر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے	مجاہد بھی وضو کرتے نہاتے غسل فرماتے
حضورِ ساقیِ کوثر! مری کچھ لاج رہ جاتی	مری عزت مری شرم و عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اِس خاک پر آئے	الٰہی حکم دے سورج کو اَب آتش نہ برسائے
اگر اَب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی	تو مجھ کو رحمۃ للعالمینؐ سے شرم آئے گی

جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر		عطا اِن کے لئے بہرِ وضو تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابرِ باراں بھیج دے یا رب		بہاراں بھیج دے یا رب بہاراں بھیج دے یا رب

اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمینؐ سے شرم آئے گی

زبان اس شعر کو بار بار دہرانے لگی اور دل میں ایک اضطراب پیدا کرنے لگی، صحرا کو ساقیٔ کوثر سے شرم آئے گی اور ہم کو اس خیال کا آنا تھا کہ اپنا سیاہ اعمال نامہ کھلی کتاب کی طرح سامنے آگیا، ان کی نماز عشق میدان کارزار میں ادا ہو رہی تھی:

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور ہماری نماز مسجد میں بھی مشکل سے ادا ہوتی ہے، وہ ساقی کے چشم وابرو کے اشارے پر گھر سے دور بال بچوں سے دور گردن کٹانے نکل آئے تھے اور شوقِ شہادت میں تلواروں کی دھار پر اپنی گردن رکھ دیتے تھے:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

وہ وعدے کے سچے، عہد کے پکے، ہم وعدہ خلاف اور عہد کے کچے، ہم قوال وہ فعال، ہم الفاظ کے بادشاہ، وہ حق وصداقت کے شاہکار، ہم گفتار وہ کردار، ہم صورت وہ حقیقت، ہوائے گرم آنے سے صحرا کو شرم آئے گی اور ہمارا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سامنا ہوگا تو کیا منہ دکھائیں گے۔ شاید اسی تصور و احساس نے اقبال خوش نوا کو اپنے عشقِ رسولؐ اور اعترافِ قصور کی بنا پر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرنے پر مجبور کیا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر		روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر		از نگاہِ مصطفٰی پنہاں بگیر

سر ندامت سے جھکا ہوا تھا، اپنی ایک ایک کوتاہی یاد آرہی تھی کہ فضا میں نعرۂ تکبیر کی صدا گونجی، چونک گیا، نظر اٹھی تو تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں، خنجروں کی شپاشپ، برچھی اور بھالوں کی چقاچق، گرزوں اور ڈھالوں کی باہمی تکرار سے شورِ محشر بپا ہو چکا تھا، صحابۂ کرامؓ شوقِ شہادت میں ہتھیلی پر جان رکھ کر لشکرِ کفار میں گھس جاتے ہیں، اور جان کی ذرا پروا نہ ہوتی۔ میں نے دیکھا کہ:

اثر انداز تھا شوقِ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر

میں نے دیکھا کہ دو کمسن نوجوان حضرت عبدالرحمٰن سے چپکے چپکے کچھ باتیں کر رہے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن نے کچھ اشارہ کیا، میں دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں بجلی کی طرح ابوجہل پر جھپٹے، اور آن کی آن میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر قریش کا ریلا بڑے زوروں سے ان کی طرف بڑھا، یہ کمسن سخت معرکہ سے دو چار ہوئے، معوذ شہید ہو گئے اور معاذ ابھی اپنا جو ہر دکھا رہے ہیں کہ اچانک شانہ پر ایک تلوار پڑتی ہے اور ہاتھ کٹ کر الگ نہیں ہوتا بلکہ جھولنے لگتا ہے اور اس حال میں بھی وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے ہیں مگر لٹکتا ہوا ہاتھ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے، میں اس منظر کو دیکھ کر حیران تھا کہ اچانک وہ ایک پاؤں سے کٹے ہوئے ہاتھ کو دبا کر نوچ ڈالتے ہیں جو لڑنے میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے، تصور و خیال کی دنیا سے باہر آیا تو وہی پہاڑوں کا سلسلہ اور سنسان مگر شہداء کے مرقد سے آباد میدان تھا۔

سوچ میں پڑ گیا کہ ہم کیسے مسلمان ہیں، ہم کو تو مال ومنال اور جاہ و منصب سے محبت ہے اور رسول کا نام تو زبان کا چٹخارہ بن کر رہ گیا ہے۔ دل پر کچھ عجب کا تاثر وانفعال کی کیفیت طاری ہو گئی اور زبان یوں حرکت کرنے لگی: **اللّٰهم لا تجعل الدنيا أكبر همنا و لا مبلغ علمنا و لا غاية جهدنا** (میرے اللہ! تو دنیا ہی کو میری اصل فکر، مقصد علم اور مرکز جد و جہد نہ بنا)۔ دیر تک صحرا کے یہ الفاظ زبان پر جاری رہے:

اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمینؐ سے شرم آئے گی

☆☆☆

تعلیم القرآن

عظمت والی کتاب

حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء)

{ذٰلِکَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ}

(یہ وہ کتاب ہے جس میں شک کا کوئی گذر نہیں)

سورۂ بقرہ میں سب سے پہلے کتاب الٰہی کا ذکر ہے اور اس کے معاً بعد چار آیتوں میں اہل ایمان کا تذکرہ ہے، پھر اس کے بعد دو آیتوں میں اہل کفر کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد تیرہ آیتوں میں منافقین کا تذکرہ ہے، گویا اس سورہ شریفہ کے آغاز ہی میں انسانوں کی تینوں قسموں کا احاطہ کردیا گیا، دنیا میں بسنے والوں کا حال یہ ہے کہ ان میں بعض لوگ اللہ کی بات کو پوری طرح مانتے ہیں اور اس پر ایمان ویقین رکھتے ہیں، بعض لوگ وہ ہیں جو ماننے کا اظہار کرتے ہیں لیکن اندر سے نہیں مانتے اور بعض لوگ وہ ہیں جو کھلا انکار کرتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو پورے قرآن مجید میں انھی تین طرح کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے، ان سے متعلق احکامات دیئے گئے ہیں اور ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، ان میں جو لوگ ماننے والے ہیں ان کو جنت کی خوش خبریاں دی گئی ہیں اور جو جھٹلانے والے یا انکار کرنے والے ہیں' ان کے لیے بڑی سخت وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں۔

آیت میں {ذٰلِکَ} کا لفظ آیا ہے جو عام طور پر اشارۂ بعید کے لیے آتا ہے، اس جگہ بعید کا اشارہ حقیقت میں اظہارِ عظمت کے لیے ہوا ہے، گویا یہ کہنا مقصود ہے کہ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ یہ "وہ" کتاب ہے جو اس سے پہلے لوح محفوظ میں تھی اور لوح محفوظ کوئی عام جگہ نہیں ہے، گویا اس میں مسافت کی دوری کا اشارہ بھی ہے، لیکن اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کتاب کو نازل فرما کر اس دوری کو قرب میں تبدیل فرمادیا، اب یہ وہی کتاب ہے جو لوح محفوظ میں تھی اور اب ہم اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں، پتہ یہ چلا کہ اس اشارۂ بعید میں عظمت قرآن کی طرف رہنمائی ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا: {لَا رَيْبَ فِيهِ} (اس میں شک کا کوئی گذر نہیں۔)

یہاں "لا" لائے نفی جنس ہے اور اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ ہر طرح کی نفی کی جارہی ہے، یعنی اس میں کسی بھی طرح کا کوئی شک وشبہ ہو ہی نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے یہی وہ کتاب ہے جو حقیقت میں "الکتاب" کہلانے کی مستحق ہے جس میں ذرہ برابر کوئی شبہ نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس کو اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے، اللہ نے لوح محفوظ میں یہ کتاب لکھی اور اس کتاب کو قیامت تک کے لیے رہبر ورہنما بنانا مقصود تھا، اس لیے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ کتاب نازل فرمائی، اب جو بلند قیمت اس کتاب کی ہوسکتی ہے' اس کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی اس کتاب کی عظمت کا تذکرہ ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

{لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ} (فصلت: ۴۲)

(اس پر جھوٹ کا گذر نہیں سامنے سے نہ پیچھے سے، اس ذات کی طرف سے اتاری گئی ہے جو حکمت رکھنے والی قابل ستائش ہے۔)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

{تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ} (یونس: ۱) (یہ حکمت سے بھری کتاب کی آیتیں ہیں۔)

ایک اور جگہ فرمایا:

{كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ} (هود: ۱) (یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں جانچ لی گئیں ہیں پھر ان کو کھول دیا گیا ہے، ایک حکمت والے خوب خبر رکھنے والے کی طرف سے۔)

بلاشبہ یہ انتہائی بلیغ تعبیر ہے، جس طرح زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے، اس کے بعد درخت تیار ہوتا ہے اور پھل پھول دیتا ہے، گویا یہی تعبیر یہاں بھی ہے کہ پہلے بنیاد مستحکم کر دی گئی پھر اس کی وضاحت ہوئی یعنی اس کے بعد آگے ساری باتیں بیان کی جاتی رہیں۔

حاصل یہ کہ اس کتاب میں معمولی سے معمولی کجی، کذب اور شک وشبہ کا احتمال نہیں، اس لیے کہ یہ کتاب اتارنے والی ذات اللہ کی ہے، جو قادر مطلق ہے، بندوں کا خالق ہے، ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے، تمام نفسیات کا خالق ہے، وہ صرف جانتا ہی نہیں بلکہ وہی ان کا بنانے والا ہے، اس نے یہ کتاب نازل کی ہے تو اس میں کسی اونچ نیچ اور کسی کمی بیشی کا کوئی شبہ ہونا ممکن ہی نہیں، بالفرض اگر ایسا کچھ بھی ہوتا تو اس وقت کے دشمنان اسلام جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری درجہ میں خون کے پیاسے تھے' وہ کوئی کسر نہ

چھوڑتے، اس لیے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان کا ذوق دیا تھا، اگر ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھا جاتا جس میں ذرا سا کوئی سقم ہوتا تو وہ دھجیاں بکھیر دیتے تھے، اگر قرآن مجید میں زبان کے اعتبار سے کوئی سقم ہوتا تو سب سے بڑھ کر کوئی دھجیاں بکھیر سکتا تھا تو اول دور کے وہ عرب تھے جو اسلام کے دشمن تھے، لیکن وہ بھی اس کے سامنے عاجز آ گئے، جب انھوں نے کلام الٰہی کو سنا تو ان کی عقلیں متحیر رہ گئیں اور انھیں یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کس طور پر اس کی تکذیب کریں۔

اس سلسلہ میں اہل عرب کے عجیب وغریب واقعات ہیں، ایک مرتبہ ابوالولید بن مغیرہ اللہ کے رسول ﷺ سے بات کرنے کے لیے گیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے صرف چند آیتیں اس کے سامنے تلاوت کیں جس سے وہ مبہوت ہو گیا اور جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا تو سرداران قریش کہنے لگے کہ: "لَقَدْ جَائَكُمْ أَبُو الْوَلِيدِ بِغَيْرِ الْوَجْهِ الَّذِي ذَهَبَ بِهِ۔"

(السیرۃ الحلبیۃ:۴۸۷-۴۸۶/۱)

(یقیناً ابو الولید تمہارے پاس اس چہرے (حال) کے علاوہ واپس آیا ہے جس حال میں وہ گیا تھا)۔

ظاہر ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ عربی زبان کی باریکیوں، اس کی لطافتوں اور اس کے محاسن سے اس قدر واقف تھے کہ جب یہ کلام سنتے تھے تو ان کے دل پر اثر کرتا تھا۔ اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے اندر جو محاسن ہو سکتے ہیں وہ کسی انسانی کلام میں ممکن ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ عاجز آ جاتے تھے اور بات کو تسلیم کرنے پر انھیں مجبور ہونا پڑتا تھا۔

☆☆☆

رمضان المبارک اور ہم

مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

"رسول اللہ ﷺ کے جود وکرم کا دریا تو ہمیشہ ہی بہتا رہتا تھا، لیکن ماہ رمضان میں حضور ﷺ کی سخاوت وفیاضی اور خدمت خلق کی تو کوئی حد ہی نہیں رہتی تھی اور صدقات وخیرات کا نمبر ہر زمانہ سے کہیں زائد بڑھ جاتا تھا اور ذکر الٰہی ونماز نوافل اور تلاوتِ قرآن واعتکاف بس دن رات کی یہی مشغولیت تھی اور یہی شب وروز کا معمول اس سارے ماہِ مبارک کو آپ ﷺ طرح طرح کی عبادتوں کے لیے مخصوص رکھتے۔

رسول کریم ﷺ کے رمضان کا حال آپ نے سن لیا؟ اب اولیائے امت کے رمضان کا منظر بھی دیکھ لیجیے!

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ باوجود ضعف وپیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں پارہ کوئی پڑھتا یا سناتا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد، ہندوستان کے قیام میں دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشا اور تراویح سے فراغت ہوتی۔ حضرت مولانا شیخ الہند تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید سنتے تھے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن ورات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔

اب ارشاد ہو کہ آپ کے رمضان کو اس قسم کے رمضان سے کوئی نسبت اور کوئی مناسبت ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ رمضان آ گیا، لیکن رمضان کیا نام ہے محض جنتری میں لکھے ہوئے سنہ قمری کے نویں مہینے کا؟ رمضان اگر واقعی آپ کے ہاں آ گیا ہے تو کہاں ہیں آپ کی مسلسل عبادتیں اور اطاعتیں، نمازیں اور تلاوتیں، شب بیداریاں اور خلق کی خدمت گذاریاں، دعائیں اور مناجاتیں، نیکیاں اور فیاضیاں؟ روزہ رکھنے والے ہی اول تو اب کتنے ہیں اور جو ہیں بھی ذرا ان کے معمولاتِ شب وروز پر ایک نظر کر جائیے، وہی غفلتیں، وہی مدہوشیاں، وہی غیبتیں اور وہی مردم آزاریاں، وہی بخل اور وہی اسراف، عبادت سے وہی نفرت اور فسق وفجور سے وہی رغبت! برسات نام بارش کے خوب ہونے کا ہے، محض برساتی مہینوں کے آ جانے کا نہیں، ساون بھادوں اگر خشک ہی گزر جائیں تو زمین میں تری اور درختوں پر سبزی کہاں سے آئے گی، پھر ماہِ مبارک کے حقوق میں سے اگر ہم کوئی حق بھی نہیں ادا کر رہے ہیں تو ماہِ مبارک کی برکتوں سے محرومی پر گلہ وشکوہ کس منہ سے کر سکتے ہیں؟"

(سچی باتیں: ۱۷۹-۱۸۱)

تعلیم الحدیث

قرآن والے، اللہ والے

عبدالرشید راجستھانی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللهِ وَخَاصَّتُهُ (ابن ماجه: ۲۱۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے لوگوں میں کچھ خاص بندے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قرآن والے ہیں، وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔

تشریح: لفظ "أهل" عربی میں قرب، اختصاص اور نسبتِ خاص کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے أهل البيت، أهل العلم۔ یہ نسبت تشریف اور تکریم کی نسبت ہے، یہ قرب محبت کی نسبت ہے، نہ کہ نسبی یا خاندانی نسبت۔ یعنی وہ بندے جو اللہ کے کلام کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں، اللہ کے نزدیک مقرب اور محبوب ہیں۔ "خاصته" کا لفظ مزید تاکید ہے کہ وہ عام بندوں میں ممتاز اور منتخب ہیں۔

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جب بندہ اس کلام کو اپناتا ہے، اسے پڑھتا ہے، سیکھتا، سمجھتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے، اس کی تعلیم و تعلم کو مشغلہ بناتا ہے، اور اسے زندگی کا دستور العمل بناتا ہے، تو وہ اللہ کے کلام سے وابستہ ہو کر اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ قرآن والے ہی اللہ والے ہیں۔

قرآن قیامت کے دن اپنے ماننے والوں کے لیے سفارشی ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ. (قرآن پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں کی سفارش کرے گا) (۸۰۴)۔

اور ترمذی میں حدیث ہے: "يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْقَ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا" (قرآن والے سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور بلند ہوتا جا، جس مقام پر آخری آیت پڑھے گا وہی اس کا مقام ہوگا) (ترمذی: ۲۹۱۴)۔

لیکن یہی قرآن اگر چھوڑ دیا جائے تو وہی حجت بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ رسول ﷺ شکایت کریں گے کہ میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔

"مہجور" کا مفہوم وسیع ہے، نہ پڑھنا، نہ سمجھنا، نہ عمل کرنا، نہ اسے فیصل ماننا، سب اس میں داخل ہے۔

قرآن کے حقوق متعدد ہیں

اول: اس پر ایمان کہ یہ اللہ کا سچا کلام ہے۔

دوم: صحیح تجوید کے ساتھ تلاوت۔

سوم: تدبر و تفکر، جیسا کہ میں ارشاد باری ہے ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ﴾۔

چہارم: عمل، کیونکہ قرآن عمل کے لیے نازل ہوا ہے۔

پنجم: اس کی دعوت و تبلیغ، تاکہ یہ نور دوسروں تک پہنچے۔

جو شخص صرف تلاوت پر اکتفا کرے اور زندگی میں قرآن کا رنگ نہ ہو، وہ کامل "اہلِ قرآن" نہیں کہلا سکتا۔ اہلِ قرآن وہ ہیں جن کے اخلاق قرآن کے مطابق ہوں۔ حضرت عائشہؓ سے نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (آپ کا اخلاق قرآن تھا) (مسلم: ۷۴۶)۔

رمضان المبارک کا قرآن سے گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ" (یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا) (البقرۃ ۱۸۵)۔

نبی ﷺ رمضان میں حضرت جبریل کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے، اور آخری سال دو مرتبہ کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان قرآن سے تعلق تازہ کرنے، کثرتِ تلاوت، تدبر اور عمل کا مہینہ ہے۔

فائدہ: ہمیں چاہیے کہ رمضان کو قرآن کے ساتھ خصوصی تعلق کا مہینہ بنا دیں۔ کم از کم روزانہ ایک معین مقدار کی تلاوت مقرر کریں، معانی پر غور کریں، اس پر عمل کا عہد کریں، اور گھر کے ماحول کو قرآن کی آواز سے زندہ کریں۔ مساجد کی تراویح صرف سماعت نہ رہیں بلکہ دل کی بیداری بنیں۔ اگر اس ماہ مبارک کی برکت سے قرآن ہمارے معمول کا حصہ بن جائے تو یہی اس مہینے کی کامیابی ہے۔ ورنہ اگر رمضان گزرا اور قرآن پھر پس منظر میں چلا گیا تو ہم نے اپنے ہی ہاتھ سے اس عظیم موقع کو ضائع کر دیا۔

اہلِ قرآن بننے کا راستہ رمضان سے شروع ہو کر سارا سال جاری رہنا چاہیے، کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جو اس سے وابستہ ہو گیا وہی حقیقت میں اللہ والا اور اس کا خاص بندہ ہے۔

☆☆☆

قندمکرر

ہم رمضان کیسے گزاریں؟

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ، صحابہ کرامؓ منبر سے قریب ہوگئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین!، جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین!، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین!، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انھوں نے فرمایا: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین!، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا کہ: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین!، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ ان کی خدمت کرکے جنت میں نہ داخل ہوجائے۔ میں نے کہا: آمین!

رمضان مغفرت کا مہینہ ہے

رمضان ایسا زریں موقع ہے کہ اس میں کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لیے کافی ہے۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کرکے رکھے، کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں، اور وہ تمام اعمال حسنہ پر بہتر بدلہ عطا فرمائے گا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَاتَأَخَّرَ" یعنی جو شخص رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ ایمان واحتساب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقین کامل ہو، اور ہر عمل پر ثواب کی نیت کرے، اور اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیش نظر ہو، اور ہر عمل کے وقت مرضیٔ الٰہی کو دیکھے۔ ایمان واحتساب ہی ہے جو انسان کے عمل کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتا ہے۔ اصلاً اسی کا فقدان ہے، مسلمانوں کا اصل مرض بدنیتی نہیں بلکہ بے نیتی ہے، یعنی سرے سے وہ نیت ہی نہیں کرتے، ہم وضو کرتے ہیں مگر اس میں نیت نہیں کرتے، ہم دوسرے ارکانِ دین ادا کرتے ہیں مگر ایمان واحتساب ہمارے پیش نظر نہیں رہتا، جب بہت سے لوگ کسی کام کو کرتے ہیں تو وہ رسم بن جاتی ہے، روزہ کا ایک عام ماحول ہوتا ہے، ایسے میں کوئی اس اندیشہ سے روزہ رکھے کہ ہم روزہ نہ رکھیں گے تو چھپ کر کھانے پینے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال آیا تو روزہ کی روح نکل گئی۔ بیماریوں میں بھی اکثر بھوکا رہنا پڑتا ہے، سفروں میں بھی اکثر کھانا نہیں ملتا، اس لیے روزہ کی خصوصیت صرف بھوکا رہنا نہیں ہے، روزہ کی حقیقت ہے اللہ کے حکم کی تعمیل، جو چیزیں چھوڑنے کو کہی گئی ہیں ان کو چھوڑ دینا، پہلے ہم یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے، ثواب کی لو لگی ہو، اور دل کو تسلی ہو، کہ ثواب مل رہا ہے، اسی میں لطف آئے۔

اعمال کی مقبولیت کی علامات وآثار

کسی عبادت کی خصوصیت اور اس کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے، کہ اس کی ادائیگی سے دل کے اندر رقت، نرمی، تواضع اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو، لیکن جب اس کے برعکس کبر وغرور، اور عجب پیدا ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری عبادت مقبول نہیں ہوئی، اس میں کمی رہ گئی ہے، اس لیے ان چیزوں کو دور کرنے کے لیے ایمان واحتساب کو پیش نظر رکھنا اور اس کا استحضار رہنا ضروری ہے، بے سوچے سمجھے، بغیر نیت کے روزہ رکھ لینا، کوئی اور عبادت ادا کرنا بے معنی ہے۔ ایک صاحب فرمانے لگے: "میں اس لیے روزہ رکھتا ہوں کہ جو مزہ افطار کے وقت آتا ہے، وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں"، حالانکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی نہیں تھا، ہمیں چاہیے کہ ہم دن میں کئی بار نیت کو تازہ کرلیا کریں، ہر وقت استحضار رکھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابن آدم کے ہر عمل پر اس کو دس سے سات سو گنا تک ثواب ملے گا، اللہ نے فرمایا: سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اَلصَّوْمُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ، یہ بندہ تمام محبوب چیزیں میرے لیے چھوڑتا ہے، اس لیے میں خود ہی بدلہ دوں گا۔"

اعمال طاقت پیدا کرتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ دین کے جتنے ارکان ہیں وہ طاقت پیدا کرتے ہیں، یعنی ایک عبادت دوسری

عبادت کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اور اس کے لیے تقویت کا باعث بنتی ہے، جس طرح سے ایک غذا دوسری غذا کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اسی طرح ایک فرض کی ادائیگی دوسرے فرائض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہے اور اس کو طاقت فراہم کرتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر رکن الگ الگ ہے۔ ہر ایک کی فرضیت اور اس کی اہمیت تو بہر حال اپنی جگہ ہے، مگر ایک دوسرے سے الگ نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہے، اسی طرح سے روزہ سال کے پورے گیارہ مہینے کی عبادت کے لیے طاقت پیدا کرتا ہے، روزہ کی وجہ سے دوسرے عبادات کی ادائیگی میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور توانائی ملتی ہے۔

روزہ کا مقصد نفس پر قابو پانا ہے

تیسری بات یہ ہے کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ نفس پر قابو پایا جائے اور روزہ کی وجہ سے نفس پر قابو پانا آسان ہوجائے، دین کا ذوق وشوق پیدا ہو، عبادات کی ادائیگی میں شوق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ} یعنی ہر کام کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال رکھا جائے، تقویٰ کا ترجمہ بعض لوگوں نے ''لحاظ'' سے کیا ہے، یعنی ہر کام کے کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے، یہ کام اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں، حلال وحرام کی تمیز ہوجائے۔ اس طرح سے مشق ہوجائے کہ فطرت بن جائے، جس طرح سے آپ عید کے دن کھانے پینے میں جھجک محسوس کرتے ہیں، کیوں کہ ایک مہینے سے دن میں کھانے پینے کی عادت چھوٹ گئی تھی، اس وجہ سے آپ کو کھانا پینا خلافِ عادت معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ عارضی چیز تھی؛ اسی طرح سے گناہوں سے اجتناب، معاصی سے پرہیز، غیبت وبدگوئی، غصہ وبغض سے پرہیز اس طرح ہو کہ آپ کی فطرت بن جائے، جو چیزیں دائمی طور پر حرام ہیں، ان کو کرنے میں تو اور بھی زیادہ آپ کو چوکنا رہنا چاہیے۔ روزہ سے زندگی میں تبدیلی ہونی چاہیے۔ آپ روزہ رکھیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، بدگوئی وغصہ وبغض کرنا نہ چھوڑیں، تو روزہ سے کوئی فائدہ نہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ آپ کی زندگی کے اندر واضح تبدیلی کردے۔ روزہ میں آپ نے معاصی سے اجتناب کیا ہے، تو اس پر قائم رہیے، اور ان معاصی کا ارتکاب نہ کیجیے، جن کو آپ نے روزہ کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، اگر روزہ کے ختم ہوتے ہی تمام معاصی میں پھر مبتلا ہوگئے، تو اس سے یہی بات سمجھ میں آئے گی کہ اس نے روزہ تو رکھا مگر روزہ مقبول نہیں ہوا، حج تو کیا مگر حج قبول نہیں ہوا، آپ اس طرح سے روزہ رکھیے کہ کوئی غیر مسلم بھی دیکھے، تو سمجھے کہ یہ واقعی روزہ رکھتے ہیں اور یہ رمضان کے دن ہیں، پورے احترام کو ملحوظ رکھا جائے، اور تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے اور اس سے کوئی الجھنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں''، نفس کی تمام کمزوریوں کو دور کرے، غصہ کم کردے، بغض وحسد کو دور کردے۔ روزہ اس طرح سے نہ رکھے کہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا رہے اور لوگ اس سے محض اس وجہ سے گفتگو کرتے ہوئے خوف محسوس کریں کہ بھائی! ان سے گفتگو نہ کرو، ورنہ یہ بگڑ جائیں گے۔ کھانے میں ذرہ برابر نمک کی کمی ہو، تو غصہ کی انتہا کردے، ان تمام معاصی سے پرہیز کرے۔ اگر روزہ کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا، تو اس کا اثر پورے گیارہ مہینوں پر پڑے گا، اور اس کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہوگی۔

روزہ کا منشا

چوتھی بات یہ ہے کہ روزہ جن چیزوں سے معمور کیا گیا ہے، اس کا لحاظ رکھیں، روزہ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ نہ تلاوت کیا، نہ صدقہ، نہ خیرات کی، نہ تراویح پڑھی، صرف روزہ رکھ لیا، اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ توبہ واستغفار کا اہتمام ہو، دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو، آخر شب میں اہتمام سے اٹھیں کیوں کہ اس کی زیادہ اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت پکارتا ہے کہ ہے کوئی میرا دوست! جو مجھے پکارے اور میں اس کو سنوں۔ رسول اکرم ﷺ اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

خیرات وصدقات کا مہینہ

اس مہینے میں خیرات وصدقات بھی زیادہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ مبارک کو ''شَهْرُ الْبِرِّ وَالْمُوَاسَاةِ'' فرمایا ہے یعنی نیکی اور غمخواری کا مہینہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف زیادہ توجہ ہو، اور صدقات وخیرات میں زیادہ حصہ لے، لوگوں کے حالات کا سراغ لگا کر پتہ چلائے، ان کے یہاں تحائف اور ہدایا بھیجے۔ اللہ کے کتنے بندے ایسے ہیں، جن کو صرف روزہ افطار کرنے کے لیے مسجد میں مل جاتا ہے، پھر وہ بھوکے رہتے ہیں۔ اس لیے ایسے ضرورت مند لوگوں کا پتہ لگا کر ان کی مدد کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے متعلق آتا ہے، ''أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْراً'' یعنی لوگوں میں

سب سے زیادہ سخی تھے۔ دوسرے موقع پر آتا ہے: "فَلَهُوَ أَجْوَدُ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ"، یعنی طوفان کی طرح سخاوت کرتے تھے، اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اور دل کھول کر غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔

توبہ واستغفار کا مہینہ

انسان کو سمجھنا چاہیے کہ ہماری عبادت کیا، ہم تو اللہ تعالیٰ کے لائق کچھ بھی عبادت نہیں کرسکتے، ہم توبہ استغفار بھی اچھی طرح نہیں کرسکتے، اس لیے ہمیں بھوکوں، لاچاروں اور مسکینوں ہی کی مدد کرنی چاہیے، تاکہ ممکن ہے اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمالے اور ہمارا مقصد پورا ہوجائے۔ ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نماز تو لائق قبولیت نہیں لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمائے۔ اس مہینے میں ہمیں پوری طرح خیرات وصدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اور ہم کمر کس لیں کہ اس مہینے سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے "يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَدْبِرْ" یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے! آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب کرنے والے! پیچھے ہو۔ دوسری جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے پوچھے گا کہ" اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی، میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا"، بندہ جواباً عرض کرے گا کہ اے خداوند قدوس! تو کیسے بیمار ہوسکتا ہے؟ تو کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ" میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے وہاں موجود پاتا۔

غمگساری اور خیر خواہی کا مہینہ

اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو محتاج و بیوائیں ہیں، جو فقراء ومساکین ہیں، ان کی مدد کی جائے، غریبوں کی جو لڑکیاں ہیں، ان کی شادی کرادی جائے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے محاسبہ کرے گا، اور سخت باز پرس کرے گا۔ یہ ہمارا مال نہیں جسے ہم خرچ کرتے ہیں، بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، ہم اگر اس کو تقریبات میں خرچ کرتے ہیں تو غلط کرتے ہیں، اگر اس کو بے محل صرف کرتے ہیں تو ناجائز کرتے ہیں۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اس کو صرف کریں، ہمیں اس کی فکر ہونی چاہیے کہ کتنی بیوائیں اور یتیم ہیں، کتنے محتاج ومساکین ہیں جنہیں ضرورت ہے؟ ہمیں ان تمام جگہوں پر صرف کرنا چاہیے جہاں دوسروں کی مدد ہوسکے، اور اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

☆☆☆

ملک شاہنواز خاں صاحبؒ کی رحلت

قاضی عبداللہ اندوری ندوی

شہر اندور (مدھیہ پردیش) کے ندوۃ العلماء سے مخلصانہ تعلق رکھنے والے جناب ملک شاہنواز خان کا ۱۸؍رجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۸؍جنوری ۲۰۲۶ء کو بروز جمعرات بعد نماز عصر اچانک انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ملک شاہنواز وائٹ چرچ کالونی کے رہنے والے تھے، ان کے والد کا نام ملک مصطفی خاں تھا، ان کا تعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا قاضی معین اللہ ندویؒ سے گہرا تھا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ اور ندوۃ العلماء وخانوادۂ حسنی سے بھی تعلق رکھتے تھے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا پہلا سفر اندور حضرت مولانا قاضی معین اللہ ندویؒ کی دعوت پر ۱۹۷۷ء میں ہوا جس میں ملک شاہنواز خاں کی قیام گاہ پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا قیام ہوا، اس سفر میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ میں مولانا محمد مرتضیٰ مظاہریؒ اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلیؒ بھی تھے، ملک شاہنواز خاں کا ٹرانسپورٹ کا کاروبار تھا، اس موقع پر انھیں کی بس سے اس وفد کا مانڈو کا سفر ہوا۔

ملک شاہنواز خان ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے، وہ ہر سال اس کی میٹنگ میں تشریف لاتے تھے اور اہل علم وفضل سے مل کر خوش ہوتے تھے، اسی طرح ملک کے دیگر اداروں اور علماء سے خصوصی تعلق تھا اور وہ ان کا تعاون کرتے تھے، ملک صاحب کے پسماندگان میں دو صاحبزادے شارق ملک اور شاکر ملک اور دو صاحبزادیاں اور اہلیہ ہیں، ان کی عمر ۸۲؍سال تھی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆

ماہِ مبارک

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

محمد شعیب ندوی (جامعہ عربیہ امداد العلوم پرتاپ گڑھ، یوپی)

قرآن پاک کے بیان کے مطابق روزہ تمام امتوں پر فرض رہا ہے، اور آج بھی روزہ خواہ کسی شکل میں ہو اور اس کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو، تمام اقوام و مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

اسلام میں روزے کی فرضیت سنہ دو ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی، جبکہ مسلمان دورِ مجبوری و مقہوری سے نکل کر آزادانہ اور کافی حد تک بہتر زندگی کے دور میں داخل ہو چکے تھے، تاکہ کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ روزہ مجبوری و پریشاں حالی کی یادگار ہے اور روزہ رکھنا صرف کمزوروں اور بے بس فاقہ زدہ لوگوں کا کام ہے۔

روزے میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور اپنی شہوانی خواہشات سے مکمل طور پر باز رہتا ہے، جس کا سلسلہ پورے ماہِ رمضان تک جاری رہتا ہے۔

روزہ روحانی بیماریوں کی دوا ہے، اور دوا کو بقدرِ دوا ہی ہونا چاہیے؛ اس لیے اگر پورے سال کا روزہ فرض کر دیا جاتا تو جسم کمزور پڑ جاتے، چہروں کی رونق و شگفتگی ختم ہو جاتی۔ دوسری طرف اگر صرف دو تین دن کا روزہ فرض کیا جاتا تو اس سے دوا کا صحیح نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ اسی لیے بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینے کا روزہ فرض کیا گیا۔

ایک مہینے کو اس لیے خاص کیا گیا تاکہ اسلام کے نظامِ وحدت و اتحاد کا مظاہرہ ہو سکے، اور وہ مہینہ رمضان قرار دیا گیا، جس ماہِ مقدس میں قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ)۔

اسی لیے اس ماہِ مبارک میں قرآنِ پاک کی تلاوت کا اہتمام بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ تراویح کے اندر قرآن کو کس ذوق وشوق کے ساتھ سنا جاتا ہے۔ چنانچہ روزے کا ایک بڑا مقصد اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنا بھی ہے: (لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)۔

کیونکہ یہی قرآن ہے جس نے انسانوں کی قسمت جگا دی، اندھیروں کو اجالے سے بدل دیا، گم کردہ راہ انسانیت کو صراطِ مستقیم کی ڈگر پر ڈال دیا۔ قرآن ہی رہتی دنیا تک خیر و فلاح، امن و سکون کا ضامن ہے۔ اس عظیم الشان نعمت کے شکر کے لیے اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس ماہِ مبارک میں اپنے رب کریم کے لیے روزے رکھے جائیں، قرآن کی تلاوت اور اس کے فہم و تدبر کا خاص اہتمام کیا جائے، ہر طرف اسی قرآن کا نغمہ گونجے، مردہ دلوں کو حیاتِ جاوداں مل جائے، اور رمضان ختم ہوتے ہی عیدگاہ جاتے ہوئے پوری فضا تکبیر الٰہی (اللہ اکبر) کے زمزموں سے گونج اٹھے: (لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ)۔

رمضان المبارک کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ ہے: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)۔

تقویٰ و پرہیزگاری ہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کو پیدا کرنے اور دلوں کو اس عظیم دولت سے سرشار کرنے کے لیے رمضان کا روزہ فرض کیا گیا ہے۔

روزہ کو عربی میں ''صوم'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ رک جانا، چپ رہنا ہیں؛ یعنی اپنی خواہشوں کو قابو میں رکھنا اور جذبات کے تلاطم سے اپنے آپ کو بچا لینا۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک محسوس ہونے لگے اور نیکیوں کا شوق و تڑپ پیدا ہو جائے۔

یہ ساری پابندیاں، یہ شب گزاریاں اور عبادت گزاریاں صرف اسی مہینے تک محدود نہ رہ جائیں، بلکہ ہر آن، ہر لمحہ، ہر روز و شب، ہر ماہ و سال جاری و ساری رہیں۔ صرف رمضان ہی خاص نہ ہو، بلکہ عید کی خوشیاں ہوں یا رنج والم کے مواقع ہی تقویٰ کی یہ روح ہر حال میں برقرار رہے۔

جس طرح ایک روزہ دار روزہ رکھ کر صرف خدا کے خوف سے شدید بھوک و پیاس کے باوجود، لذیذ و شیریں کھانا اور پانی سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی ہاتھ نہیں لگاتا، اسی طرح یہی خوفِ الٰہی عبادات سے لے کر معاملات، اخلاق اور معاشرت بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں طاری و حاوی ہو جائے۔ اگر روزہ رکھ کر یہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نہ اس کے آداب کا پورا لحاظ رکھا اور نہ اس کا حق ادا کیا۔

ایسے ہی روزہ داروں کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: (مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ) (جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پانی چھوڑ دے۔)

یہ حکم اور شدید تنبیہ ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے جو روزہ رکھ کر بھوک و پیاس کی تکلیف تو برداشت کرتے ہیں، لیکن ایذا رسانی، غیبت وچغل خوری، بدکلامی وفحش گوئی اور لڑائی جھگڑے سے روزے کا اجر وثواب ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے اصل مقصد اور عظیم فائدے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

روزے کے آداب میں ایک حدیث یہ بھی وارد ہوئی ہے: (إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ) (جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ فحش گوئی کرے اور نہ شور وشغب اور لڑائی جھگڑا کرے، اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑائی کرے تو کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔)

یہاں ان احادیث میں حقوق العباد کی طرف جو خصوصی توجہ دلائی گئی ہے، وہ نہایت اہم ہے؛ کیونکہ کوئی روزہ دار نماز شاید ہی چھوڑے گا، صدقۂ فطر ضرور ادا کرے گا، تراویح بھی پڑھے گا، لیکن ماحول کی خرابی کی وجہ سے غیبت وجھوٹ، بدگوئی وفحش کلامی، عیب جوئی وکینہ پروری جیسے امراض سے بچنا آسان نہیں ہوتا۔ اسی لیے ان خرابیوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے اور ایک ایک مرض کا نام لے کر اس سے روکا گیا ہے۔ جس طرح روزہ دن بھر کھانے پینے اور جماع سے مکمل پرہیز کا نام ہے، اسی طرح تمام اخلاقی ومعاشرتی برائیوں سے مکمل اجتناب بھی روزے کا اہم مقصد ہے۔

اب آیئے ایک دوسرے پہلو پر بھی نظر ڈالتے ہیں۔ روزہ ہی امیروں اور پیٹ بھروں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ فاقے میں کیسی اذیت اور بھوک وپیاس کی کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ اس وقت دوسروں کی بھوک وپیاس اور فقر وافلاس کا احساس اس کے ضمیر پر چوٹ کرتا ہے اور اپنے نادار ومفلس بھائیوں پر ترس آتا ہے۔ جو خود بھوکا نہ ہو، وہ کسی کی بھوک کا احساس کیسے کرے، اور جو پیاسا نہ ہو، وہ کسی کی پیاس کو کیسے سمجھے؟

روزہ اسی احساس کو زندہ کرتا ہے اور ایثار، رحم وہمدردی، نصرت واعانت کا جذبہ بیدار کرتا ہے، جس کا مظاہرہ ہر بندۂ مومن بقدرِ استطاعت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیروں کے مولیٰ، غریبوں کے ماویٰ، رحمت دوعالم ﷺ رمضان میں جود وسخا، داد ودہش اور نیکی کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ تیز نظر آتے تھے۔ چنانچہ اسی حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر کہ عید کی خوشیوں میں سب یکساں شریک ہوں، صدقۂ فطر کا حکم دیا گیا ہے۔

الغرض، رمضان الفت ومحبت، غریبوں اور بے کسوں کی نصرت واعانت، یتیموں کی دل جوئی وخیر خواہی اور بیواؤں کی غم خواری کا بھی مہینہ ہے۔

رمضان اپنی تمام تر برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ مسلمانوں کی شاندار تاریخ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ یہی وہ ماہِ مبارک ہے جس میں حق وباطل کی کشمکش کا پہلا فیصلہ کن معرکہ پیش آیا، اور اسلام ومسلمانوں کی سربلندی وفیروزمندی کو قیامت تک باقی رہنے کی ضمانت مل گئی، جسے یوم الفرقان کہا گیا، اور دنیا اسے غزوۂ بدر کے نام سے جانتی ہے۔

دوسری طرف پورے جزیرۂ عرب اور پھر پورے عالم میں اسلام کے چھا جانے کا فیصلہ بھی اسی ماہِ مقدس میں ہوا، جب مکہ مکرمہ میں مسلمان فاتحِ عالم ﷺ کے جھنڈے تلے فاتحانہ داخل ہوئے، اور پورے عالم عرب میں حق وباطل کی کشمکش کا خاتمہ ہو گیا، اور پورا جزیرۂ عرب ایک پرچم کے نیچے آ گیا۔ یہ تاریخ ہر اہل ایمان کو بلندیٔ اسلام اور پیغامِ حق وصداقت کو لے کر پوری دنیا میں چھا جانے کے جوش وجذبے سے سرشار کرنے کے لیے کافی ہے۔

روزے کے فضائل بے شمار ہیں۔ نیکیوں کا اجرو ثواب عام مہینوں کے مقابلے میں سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ روز ایک پکارنے والا فرشتہ صدا لگاتا ہے: (يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَدْبِرْ) (اے خیر وبھلائی کے طلبگار! آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلبگار! پیچھے ہٹ)۔

نیکیوں کے لیے ماحول پوری طرح سازگار بنا دیا جاتا ہے، برائیوں کے راستے مسدود کر دیے جاتے ہیں، شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

اس ماہِ مقدس میں کتنے ہی گناہ گار وسیاہ کار، گناہوں اور معصیتوں کے دلدل میں ڈوبے ہوئے، پروانۂ مغفرت حاصل کر لیتے ہیں، اور کتنے ہی بندگانِ خدا تقربِ الٰہی اور رضائے مولیٰ کی دھن میں اپنی نیندیں قربان کر کے قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس! کتنے ہی پاپی اور من کے روگی اس مبارک مہینے میں بھی اپنی روش پر قائم رہتے ہیں، اور لوگوں کے ڈر سے روزہ رکھ بھی لیتے ہیں تو ایک بوجھ سمجھ کر نہ ثواب کی امید، نہ مغفرت کی طلب، نہ روزے کے آداب کا کچھ پاس ولحاظ!

اسی لیے محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: (كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ) (کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک وپیاس کے کچھ نہیں ملتا، اور کتنے ہی عبادت گزار ہیں جن کو اپنی شب بیداری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔

خوش قسمت ہے وہ مسلمان جو اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جنت کا پروانہ حاصل کر لے، اور پوری زندگی کو رمضان کے سانچے میں ڈھال لے۔

☆☆☆

رحمت ومغفرت

ابرِ کرم اور رحمت کا موسمِ بہار

محمد نصر اللہ ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

برکت کا مہینہ ہمارے اوپر سایہ فگن ہو چکا ہے، رحمت کی باد بہاری چل رہی ہے، ابر کرم کی موسلا دھار بارش ایک عام مسلمان بھی محسوس کر سکتا ہے، اس لئے کہ رمضان کا مہینہ نہایت برکتوں والا مہینہ ہے، اس مہینہ میں دریائے رحمت میں جوش آتا ہے اور بندوں کے گناہوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا دیتا ہے، خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے دامن کو نیکیوں سے بھرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں، اس میں غور وفکر کرتے ہیں، اس کی ہدایات کو حرز جاں اور اس کی تعلیمات کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔

رمضان تقوی کا مہینہ ہے، اس کا مقصد نفس کا تزکیہ اور باطن کی تطہیر ہے، روزہ کے ذریعہ انسان کو صبر کا عادی بنایا جاتا ہے، اور اس کے ذہن ودماغ کو مصفی اور مجلی کیا جاتا ہے، انسان جب روزہ کی حالت میں ہوتا ہے، تو ہمہ وقت اسے رب کا استحضار رہتا ہے، کہ وہ اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے، یقین کی یہ کیفیت روزہ کے علاوہ کسی اور عبادت میں نہیں پائی جاتی ہے، اس لئے تقوی کی صفت پیدا کرنے میں روزہ سے بڑھ کر کوئی اور عمل نہیں ہے۔

یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، اس کو رمضان سے خاص مناسبت ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ اس میں قرآن سے خاص تعلق رکھا جائے، کثرت سے قرآن کی تلاوت کی جائے، قرآن میں غواصی کی جائے، قرآن میں تدبر کیا جائے، قرآن کے معانی ومطالب میں اترنے کی کوشش کی جائے، قرآن کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، قرآن کے حلقے قائم کیے جائیں، درس قرآن کی محفلیں سجائی جائیں، قرآن سیکھنے اور سکھانے کا ماحول بنایا جائے، الغرض ہر پہلو سے قرآن کے ساتھ اعتناء کیا جائے، ہر ناحیہ سے قرآن سے استفادہ کی کوشش کی جائے اور قرآن کے نور سے اپنے سینوں کو منور کیا جائے۔

یہ مہینہ توبہ واستغفار کا ہے، اس میں رحمت الٰہی خصوصی طور پر متوجہ ہوتی ہے، خطاؤں کو درگزر کرتی ہے، مغفرت کا بہانہ ڈھونڈتی ہے، اور رمضان کے اختتام پر بخشش کا پروانہ عطا کرتی ہے، چنانچہ روزہ دار جب دوگانہ عید ادا کر کے لوٹتے ہیں، تو ان کے ہاتھوں میں معافی کا پروانہ ہوتا ہے، ان کے چہروں پر مسرت وشادمانی کی لکیریں ہوتی ہیں اور ان کے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں۔

یہ مہینہ دعا کی قبولیت کا ہے، اس میں اجابت کی مبارک ساعت بھی ہوتی ہے، جس میں بندہ کی مرادیں پوری کی جاتی ہیں، اس کی فریاد عرش الٰہی سے ٹکراتی ہے اور قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو اس مہینہ میں اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں اور تنہائی میں آہ وزاری کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے تین لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی: امام عادل کی دعا، روزہ دار کی دعا جب تک وہ افطار نہ کر لے، مظلوم کی دعا۔ (ترمذی)

روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزہ کے دوران دعاؤں کا اہتمام کرے، پتہ نہیں کون سی گھڑی قبولیت کی ہو اور اس کے مقدر کا ستارہ چمک جائے۔

رمضان کا مہینہ ہمدردی وغمخواری کا مہینہ ہے، مجبوروں اور بیکسوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کا ہے، اس مہینہ میں صدقہ وخیرات کا خصوصی اہتمام کیا جائے، دوسروں کی ضرورت کا حتی الامکان خیال رکھا جائے، چنانچہ صاحب حیثیت لوگوں پر رمضان کے اخیر میں صدقہ وفطر کو واجب قرار دیا گیا، تا کہ روزہ کے دوران ہونے والی کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے، اور جو لوگ نادار ہیں، وہ بھی عید کی خوشیوں کا سامان تیار کر سکیں، صدقہ فطر کی یہی روح ہے، جو اسلامی اخوت کا شاندار مظہر ہے، اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی ہے۔

اس مہینہ کا تقاضہ ہے کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر اپنے مالک کے در پر پڑ جائے اور جب تک اس کی بات نہ مان لی جائے، وہ در سے نہ ہٹے، اعتکاف اسی لئے مشروع کیا گیا ہے، تا کہ بندہ علائق دنیا سے کٹ کر اپنے رب کی چوکھٹ پر پڑا رہے، اعتکاف میں وصل کی جو دولت نصیب ہوتی ہے، اس کی کوئی مثال نہیں ہے، یہ شب قدر کی تلاش ہے، جو بندہ اس کی تلاش میں رب کی چوکھٹ پر پڑ جاتا ہے، اسے ضرور یہ دولت نصیب ہوتی ہے، اللہ کے باتوفیق بندے رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے ہیں، اور ہزار سال کی عبادتوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔

☆☆☆

دین وشریعت

رمضان اور خواتین: چند فقہی مسائل

منور سلطان ندوی (رفیق علمی مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء)

رمضان المبارک مسلمانوں کے لیے موسمِ بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک عظیم اور خصوصی عطیہ ہے، جس میں رحمتوں کی ہوائیں چلتی ہیں، مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور برکتوں کی بارش نازل ہوتی ہے۔ اس مقدس مہینے میں گناہوں کی معافی نصیب ہوتی ہے، دلوں کی اصلاح ہوتی ہے، نفسانی خواہشات اور اخلاقی کمزوریوں میں کمی آتی ہے اور روح کو بلندی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ یقیناً بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنہیں یہ بابرکت مہینہ میسر آئے، اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ ہیں جو اس کے قیمتی لمحات کو پہچان کر عبادت، توبہ، ذکر وتلاوت اور خدمتِ خلق کے ذریعے اس کے فیوض وبرکات سمیٹ لیں۔ رمضان دراصل خود احتسابی، تجدیدِ ایمان اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے۔

روزہ اہم ترین عبادت ہے، رمضان اور روزہ سے متعلق عبادتیں مردوعورت دونوں کے لئے ہیں، اس لئے احکام بھی دونوں کے لئے تقریبا یکساں ہیں، بس چند احکام خواتین کے لئے الگ ہیں، ان احکام سے واقف ہونا ضروری ہے، تاکہ رمضان سے متعلق تمام عبادتیں بہتر طریقہ پر انجام پاسکیں، اور کوئی نقص نہ رہے جائے۔

روزہ مرد وعورت دونوں پر فرض ہے

رمضان کا روزہ تمام اہل ایمان پر فرض کیا گیا ہے، اس حکم میں مرد کے ساتھ عورت بھی شامل ہے، روزہ کے لئے چند بنیادی شرائط ہیں مثلاً بالغ ہونا، صحت مند ہونا، بیمار نہ ہونا، سفر میں نہ ہونا، ایسی کبرسنی نہ ہو کہ روزہ رکھنا مشکل ہو جائے، یہ شرطیں مردوعورت دونوں کے لئے ہیں، سفر، مرض اور کبرسنی کا ذکر سورہ بقرہ میں روزہ کے حکم کے ساتھ ہی موجود ہے: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (سورہ بقرہ: ۱۸۳)۔

ناپاکی کی مدت میں نماز اور روزہ نہیں

خواتین کے لئے ایک اضافی شرط یہ ہے کہ وہ پاک ہوں، یعنی ناپاکی کا زمانہ نہ ہو، ماہانہ ناپاکی اور بچہ کی ولادت کے بعد والی ناپاکی دونوں مدتوں میں عورت نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی، اس مدت کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے، البتہ روزوں کی قضاء کرنی ہوگی:

عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ. فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قُلْتُ: لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ، وَلَكِنِّي أَسْأَلُ. قَالَتْ: كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ (مسلم: ۳۳۵)۔

ناپاکی کا سلسلہ رات میں ختم ہوجائے تو اگلے دن کا روزہ رکھنا لازم ہوگا، غسل کا موقع ملا ہو یا نہ ملا ہو، بہت سی خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ پاک ہونے کے بعد غسل ضروری ہے، اس کے بعد ہی روزہ شروع ہوگا، یہ خیال صحیح نہیں ہے، (بس چند صورتوں میں غسل کرنا یا غسل کا وقت گزرنا ضروری ہے)۔

رمضان میں جن ایام میں عورتوں روزہ نہیں رکھیں گی ان ایام میں دن میں کھانے پینے کی اجازت ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ روزہ داروں کے سامنے نہ کھائیں۔

ناپاکی کے ایام میں تلاوت، اذکار اور دعائیں

عورت اپنے مخصوص ایام میں نماز نہیں پڑھے گی، نماز کے لئے طہارت یعنی پاک ہونا ضروری ہے، روزہ نہیں رکھے گی، اسی طرح دیکھ کر قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں ہے، زبانی قرآن کی تلاوت کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ زبانی تلاوت کرنا بھی جائز نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا تَقْرَأِ الْحَائِضُ، وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ (ترمذی: ۱۳۱)۔

ان ایام میں قرآن یا بعض آیات یا چھوٹی سورتوں کو دعا کے طور پر پڑھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح تسبیحات، اور جملہ اذکار پڑھ سکتی ہیں، دعائیں کرسکتی ہیں، استغفار پڑھ سکتی ہیں، یہ تمام چیزیں بھی عبادت ہیں، اور ان کی اجازت ہے۔

(حوالہ سابق)

خواتین اور تراویح

رمضان المبارک کا ایک اہم تحفہ تراویح ہے، جس میں قرآن سننے اور سنانے کا معمول دورِ نبوی سے تواترًا جاری ہے، جس مسجد میں خواتین کے لئے الگ انتظام ہو اور اختلاط سے بچنا ممکن ہو وہاں خواتین کے لئے مسجد جا کر جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنے کی اجازت ہے، لیکن اگر مسجد میں مناسب انتظام نہیں ہے، یا کسی وجہ سے مسجد جانا مشکل ہے تو اپنے گھروں میں بھی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتی ہیں، اور انفرادی بھی پڑھ سکتی ہیں، تراویح کی نماز کے لئے جماعت شرط نہیں ہے، البتہ جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

عورت کی امامت کے بارے میں فقہاء کے درمیان قدرے اختلاف پایا جاتا ہے، اگر کوئی خاتون حافظہ ہے اور وہ قرآن سنانے پر قادر ہے تو اسے عورتوں کی جماعت میں قرآن سنانا چاہئے، متعدد صحابیات سے عورت کی امامت کرنا ثابت ہے، ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما عورتوں کی جماعت کی امامت کرتی تھیں، (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص: ۸۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی رائے منقول ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص: ۱۴۰)

کن عورتوں کے لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے

شریعت میں انسانی مجبوریوں اور اعذار کا پورا خیال رکھا گیا ہے، خواتین کو ایسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن میں روزہ رکھنا دشوار ہوتا ہے، چنانچہ جہاں ناپاکی کے ایام میں روزہ رکھنا ممنوع ہے ہیں بعض حالات میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی، جیسے حمل کے زمانہ اور بچہ کو دودھ پلانے کے زمانہ میں اگر عورت دشواری محسوس کرے تو انہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، ان روزوں کی قضا بعد میں کرنی ہوگی، اور کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ، وَشَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحَامِلِ أَوِ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوِ الصِّيَامَ۔ (ترمذی: ۷۱۵)

اسی طرح کبر سنی بھی ایک عذر ہے، جو خواتین بڑی عمر کو پہنچ گئی ہوں، اور عمر کی زیادتی کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو، ان کے لئے روزہ چھوڑنے اور ہر روزہ کے بعد فدیہ ادا کرنے کی اجازت ہے۔ (سورہ بقرہ: ۱۸۳)

زکوٰۃ اور صدقات میں خواتین کی ذمہ داری

رمضان المبارک میں ہر نیک عمل کا ثواب بڑھا دیا گیا ہے، لہذا صدقہ کا ثواب بھی اس ماہ مبارک بھی زیادہ ہوگا، اس لئے خواتین کو صدقہ دینا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو خاص طور پر صدقہ دینے کے تلقین فرمائی ہے، آپ ﷺ نے عید کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تَصَدَّقْنَ، فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ (مسلم: ۸۸۵)۔

ایک خاتون کھڑی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی، رسول اللہ ﷺ نے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی: »لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ۔ (حوالہ سابق)

زیورات پر زکوٰۃ

صاحب نصاب یعنی جن کے پاس نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ مال ہو اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، شریعت میں سونا، چاندی، نقد، اور سامان تجارت کا شمار ان اموال میں ہوتا ہے جن پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، سونا چاندی ڈلے یا بسکٹ کی شکل میں ہو یا زیور کی شکل میں، بہر صورت اگر نصاب کے برابر ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی، اس لئے جو عورتیں صاحب نصاب ہوں یا تجارت کرتی ہوں ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔

عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، فقہ حنفی کے مطابق استعمالی زیور پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، سنن ترمذی میں ہے:

دو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم دونوں اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم پسند کروگی کہ اللہ تم دونوں کو آگ کے دو کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: تو تم دونوں ان کی زکاۃ ادا کرو۔ (الترمذی: ۶۳۷)

اعتکافِ نسواں کے مسائل

رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے، یہ حکم بھی مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے، مرد کا اعتکاف مسجد میں ہی ہوگا، البتہ عورت اپنے گھروں کی مسجد (نماز کے لئے متعین جگہ) میں اعتکاف کر سکتی ہے، امہات المومنین اور صحابیات سے مسجد نبوی میں اعتکاف کرنا ثابت ہے، لیکن اس دور میں فتنہ کی وجہ سے مسجد میں اعتکاف کی اجازت نہیں ہے، اس لئے عورت کے اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گھر کے کسی ایک حصہ کو متعین کر لے، وہاں اعتکاف کی نیت سے رہے، اور کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر وہاں سے باہر نہ نکلے۔

(باقی صفحہ نمبر ۲۵/ پر)

فصلِ گل

نیکیوں کا موسم بہار

محمد عمر عثمان ندوی (استاذ مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی)

پلادے مجھے وہ مئے پردہ سوز
کہ آتی نہیں فصل گل روز روز

ایک بار پھر وہ فصل بہار آرہی ہے جس کا ایمان والوں کو بڑی شدت سے انتظار رہتا ہے، ہاں وہی فصل بہار جسے رمضان المبارک کے مبارک نام سے یاد کیا جاتا ہے، رمضان کیا ہے نیکیوں کی فصل بہار! متقیوں کی معراج! جس کا پیغام ہی یہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ:۱۸۳) (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)۔

گنہگاروں کے لیے آب حیات ہے، گناہوں کا میل کچیل صاف کرنے کے لیے باران رحمت ہے، مومن صادق کے لیے حیات نو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو اکرم و اشرف بنایا ہے، اس کی فطرت میں نیکی اور بدی، بھلائی اور برائی، تابعداری و سرکشی، دونوں ہی قسم کی صلاحیتیں یکساں طور پر ودیعت کر دی ہیں۔ ایک انسان سے حسنات کا صدور بھی ممکن ہے اور سیئات کا بھی، اس کے باوجود اگر کوئی انسان اپنے آپ کو حسنات سے آراستہ کر کے اور معصیات سے اجتناب کر کے زندگی گزارتا ہے تو یہ اس کے اشرف ہونے کی نشانی ہے۔

اب رمضان المبارک کی آمد آمد ہے گویا یہ مہینہ نیکیوں اور طاعات کے لیے موسم بہار سے کم نہیں ہے، جس طرح فصل بہار میں پیڑ پودے نئے نئے پتوں سے آراستہ اور مزین ہو جاتے ہیں، ایک خوشنما منظر ہوتا ہے، اسی طرح رمضان میں انسان کے لیے اللہ نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ بھی اپنی زندگی کو آراستہ اور مزین کرلے۔

آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں رمضان المبارک کی فضیلت و عظمت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ سال کے دوسرے مہینوں میں کسی کو بھی حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵) (رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والا ہے)۔

یہ انتہائی غیر معمولی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کو نزول قرآن کے لیے منتخب فرمایا، کسی وقت یا زمانے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟! کتب احادیث میں رمضان کی فضیلت و اہمیت کے سلسلے میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

ذرا غور کیجیے شعبان کا مہینہ ہے حضور پرنور ممبر پر جلوہ افروز ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں:

لوگو! سنو! رمضان کا مبارک مہینہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے، بڑا عظیم الشان مہینہ ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں اور رات کے قیام کو نفلی عبادت قرار دیا ہے، جو شخص اس ماہ میں نفلی نیکی کرے گا اس کا ثواب دوسرے ایام کے فرض کے برابر ہوگا اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا اس کا ثواب دوسرے دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہوگا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

مذکورہ روایت کا مفہوم واضح اور صاف ہے، گویا رمضان المبارک کا مہینہ ہم سے کہہ رہا ہے کہ زہد، مجاہدہ اور صبر کا پیغام لایا ہوں، میں بھوک اور پیاس اور شب بیداری بھی ساتھ لایا ہوں۔

ایک دوسری روایت پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ واقعی ماہ مبارک مومنوں کے لیے فصل بہار سے کم نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

انسان کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔ (مسلم:۲۷۰۷)

اللہ عزوجل کا کیا لطف و احسان ہے کہ اس نے روزے داروں کے لیے جنت میں داخلے کا بھی الگ ہی انتظام کیا ہے اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا، ارشاد ہے:

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ’’ریان‘‘ ہے قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے، پکارا جائے گا کہ روزے دار کہاں ہیں تو وہ کھڑے ہوں گے اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر کوئی اس

میں داخل نہ ہو سکے گا (متفق علیہ)

اگر شرائط و آداب کی رعایت کرتے ہوئے روزہ رکھا جائے تو وہ انسان کو اعلی اخلاق، پاکیزگیٔ نفس اور عفت وطہارت کا اعلی نمونہ بنا دیتا ہے، ساتھ ہی اس کے گناہوں کی بخشش کا سبب بھی بن جاتا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے:

من صام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه (بخاری: ۳۸)۔

لیکن اگر کوئی روزہ رکھ کر بھی اپنی بری باتوں سے باز نہیں آتا تو پھر روزے سے وہ کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

ایک مشہور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک وہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے۔

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا اور بہت سے راتوں کو نمازیں پڑھنے والے وہ ہیں جن کو اپنے قیام لیل سے جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی حالت میں جھوٹ چغلی غیبت گالی گلوچ اور تمام طرح کی برائیوں سے روزے دار کے لیے بچنا لازم وضروری ہے لہذا نیکی کے اس موسم میں بہار سے اگر ہم بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں اور روزے کا حقیقی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم پر ضروری ہے کہ کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات ومنکرات سے بھی اپنی زبان و ذہن اور اپنے دوسرے اعضاء کی حفاظت کریں۔

☆☆☆

سید احمد شہید اکیڈمی کی جدید مطبوعات

مصنف: حضرت مولانا بلال عبد الحی حسنی ندوی مدظلہ (ناظم ندوۃ العلماء)

بعض باطل عقائد ونظریات اور اہل سنت کا مسلک ومنہج

☆ کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں روافض کے باطل عقائد کا بہترین تجزیہ!

☆ گمراہ کن نظریات وخیالات کی وضاحت اور متوازن طرز فکر!

☆ محبت صحابہ ومحبت اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں راہِ اعتدال!

صفحات: 72 قیمت: 70

زمانہ کا چیلنج اور اس کا مقابلہ

(پیام انسانیت کے کارکنوں کے درمیان کی گئی چند تقریروں کا مجموعہ)

☆ ہندتوا واد کا مقابلہ؛ کیوں اور کیسے؟ ☆ اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کا عملی طریقہ!

☆ پیام انسانیت کی ضرورت اور افادیت!

صفحات: 144 قیمت: 130

تحریک ندوۃ العلماء - عصر حاضر میں اس کی معنویت وافادیت

☆ تحریک ندوۃ العلماء کی امتیازی خصوصیات!

☆ موجودہ حالات اور تحریک ندوہ کی ضرورت!

☆ فضلائے ندوۃ العلماء اور ان کی ذمہ داریاں!

صفحات: 128 قیمت: 90

چند روز امریکہ میں

(سفر امریکہ کی مختصر روداد اور آٹھ روزہ قیام کے دوران کیے گئے خطابات کا مجموعہ)

☆ امریکہ کے چار اہم شہروں؛ شکاگو، سیاٹل، نیویارک اور فلوریڈا کی مختصر روداد سفر!

☆ امریکہ کے موجودہ حالات اور وہاں کی داخلی وخارجی پالیسی کا منصفانہ تجزیہ!

☆ امریکہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی محبوبیت اور داعیان اسلام کی محنتوں کا تذکرہ!

☆ بارہ اہم اور دردانگیز خطابات نیز ایک فکری انٹرویو کا مجموعہ!

صفحات: 192 قیمت: 160

رابطہ کریں

مولانا محمد ایوب صاحب ندوی (9919331295)

فلاحِ دارین

وقت کا ضیاع - سب سے بڑا نقصان

محمد سمعان خلیفہ ندوی (استاذ جامعہ اسلامیہ، بھٹکل)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو زندگی عطا کی ہے وہ اپنی اطاعت اور بندگی کے لیے عطا کی ہے، اور ہمیں حکم بھی یہی دیا ہے کہ جب تک جان میں جان ہے، اسی کی بندگی کرتے رہیں؛ ارشاد ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (الحجر/۹۹)۔

اس لیے مومن اگر زندگی کے آخری لمحے تک اپنے رب کی اطاعت میں مصروف رہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل ہی ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ دنیا کی کسی چیز پر نادم نہیں ہوں گے، سوائے ان لمحوں کے جو دنیا میں ان پر گزر گئے اور انھوں نے انھیں اللہ کے ذکر میں صرف نہیں کیا (بخاری)۔

اس حدیث کی روشنی میں آج جب ہم اپنے معاشرہ پر نظر کرتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم ایسے زمانے میں جی رہے ہیں جہاں بہت سے مسلمان اپنی عمریں اپنے رب کی اطاعت میں نہیں گزارتے، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ اپنا وقت ایسے کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں جن کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر عظیم ترین احسانات میں سے ایک وقت ہے۔

مومن جب اپنے وقت کو اللہ کی اطاعت اور عبادت میں لگاتا ہے تو وہ اس کے ذریعے جنت میں داخلے کے لیے خود کو تیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی استعداد پیدا کرتا ہے، کیوں کہ طاعات ہی وہ خطوط ہیں جن کے ذریعے یہ استعداد پیدا ہوتی ہے۔

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”انسان کا وقت ہی دراصل اس کی اصل عمر ہے، اور یہی اس کی دائمی زندگی کا سرمایہ ہے۔ وقت بادلوں کی طرح تیزی سے گزر جاتا ہے۔ جو وقت اللہ کے لیے اور اللہ کے ذکر میں گزارا جائے، وہی انسان کی حقیقی زندگی ہے، اور اس کے علاوہ باقی وقت زندگی میں شمار ہی نہیں ہوتا، اگرچہ انسان اس میں حیوانوں جیسی زندگی ہی کیوں نہ گزارے۔ تو اگر کسی نے اپنا وقت غفلت، بے پروائی اور باطل آرزوؤں میں ضائع کیا، اور اس کا بہترین مصرف نیند اور سستی بن گیا، تو ایسے شخص کے لیے اس کی موت، اس کی زندگی سے بہتر ہے۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی بعض سورتوں کے آغاز میں وقت کی قسم کھائی ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم صرف اس وقت کھاتا ہے جب وہ نہایت عظیم ہو، تاکہ لوگوں کو وقت کی اہمیت کی طرف متوجہ کرے اور وہ اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى“ (قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے) (اللیل: ۲-۱)۔

”وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ“ (قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی) (الفجر: ۱-۲)۔

”وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى“ (قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب وہ ٹھہر جائے) (الضحیٰ: ۲-۱)

”وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ“ (قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان خسارے میں ہے) (سورۃ العصر: ۲-۱)۔

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں انسان کے تمام اچھے اور برے اعمال اور حرکات واقع ہوتے ہیں۔ بے شک ہر انسان اپنے کام کاج، کوشش و کاوش اور دنیاوی مشاغل میں اپنی عمر کھپا کر نقصان اور حق سے غفلت میں ہے، یہاں تک کہ مر جاتا ہے؛ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، کیوں کہ وہ نقصان میں نہیں بلکہ نفع اور کامیابی میں ہیں، اس لیے کہ انھوں نے آخرت کے لیے عمل کیا اور دنیا کے کاموں نے انھیں آخرت سے غافل نہیں کیا۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے، کہ ان سے وہ شخص فائدہ اٹھائے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے، اور جو اللہ کا شکر گزار بننا چاہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ [الفرقان: ۶۲]۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ دن اور رات کے سب سے اہم اوقات کو عبادت سے آباد کریں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ (نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک، اور فجر کے قرآن (نماز) کا بھی اہتمام کرو، بے شک فجر کے قرآن میں حاضری ہوتی ہے) [الاسراء: ۷۸]۔

اب جو شخص اپنی عمرِ عزیز اور بیش قیمت وقت کو اپنے رب کی اطاعت میں صرف نہیں کرتا، اس کی ندامت بہت طویل ہوگی، خاص طور پر اُس وقت جب اسے موت کی سختیاں لاحق ہوں گی۔ وہ اس

وقت دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے گا کہ نیک عمل کر سکے، مگر اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی، کیونکہ اس کا مقررہ وقت ختم ہو چکا ہوگا اور اس کے رخصت ہونے کی گھڑی آپہنچی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حَتّٰىٓ اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے، تاکہ میں ان چیزوں میں نیک عمل کر سکوں جنھیں میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے، اور ان کے آگے ایک پردہ ہے (برزخ) قیامت کے دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے)۔ [المؤمنون: ۱۰۰-۹۹]

اور وہ لوگ جو اپنی عمروں میں اور اوقات میں کوتاہی کرتے رہے ہوں گے، ان کی حسرت اور ندامت اس وقت اور بڑھ جائے گی جب وہ اپنے اہل خانہ اور اپنے مال ودولت سے دور اپنی قبروں میں ہوں گے، اور ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال باقی رہ جائیں گے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں: اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو واپس لوٹ آتے ہیں اور ایک باقی رہ جاتا ہے؛ اس کے گھر والے اور مال واپس آجاتے ہیں، اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے“۔ (بخاری ومسلم)

اپنے اوقات میں کوتاہی کرنے والوں کی حسرت برزخی زندگی میں اس وقت اور بھی بڑھ جائے گی، جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کرنے والوں کے لیے قبر میں کس درجے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اور اطاعت گزاروں کے لیے کیسی نوازشیں تیار کر رکھی ہیں؛ کیوں کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ------﴾ [التکاثر ۸-۱]۔ (تمھیں کثرتِ مال نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم قبروں تک جا پہنچے۔ ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لوگے، پھر ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لوگے۔ اگر تم یقین کا علم رکھتے، تو ضرور جہنم کو دیکھ لیتے، پھر اسے یقین کی آنکھ سے دیکھوگے، پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا)۔

وقت کی اہمیت ہی کے پیشِ نظر اس امت کے صلحاء اور نیک لوگوں نے اس کی بڑی قدر کی ہے، اور اس بارے میں ان کے بے شمار اقوال منقول ہیں:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میں تم میں سے کسی کو فارغ بیٹھا دیکھوں، نہ دنیا کے کام میں اور نہ آخرت کے کام میں۔“

ان کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے:

”جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو، اور اپنی صحت سے بیماری کے لیے توشہ لے لو، اور اپنی زندگی سے موت کے لیے تیاری کر لو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا اس دن پر ہوتا ہے جس کا سورج غروب ہو گیا اور میری عمر کم ہو گئی، مگر میرے عمل میں اضافہ نہ ہو سکا۔“

حضرت حسن بصریؒ سلف صالحین کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو درہم و دینار کے تئیں تمھاری حرص سے کہیں زیادہ اپنے وقت کے بارے میں حریص تھے۔“

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اے ابن آدم! اے وہ شخص جس کی زندگی کے دن گنے چنے ہیں، اور جس کا جسم مرنے کے بعد کیڑوں کی خوراک بننے والا ہے، پھر بھی انسان اپنی جہالت کی وجہ سے دنوں کے گزرنے اور سالوں کے بیت جانے پر خوش ہوتا ہے۔“

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقت کا ضائع ہونا موت سے بھی زیادہ سخت ہے؛ اس لیے کہ موت انسان کو لوگوں سے جدا کر دیتی ہے، لیکن وقت کا ضیاع انسان کو اللہ اور آخرت کے گھر سے دور کر دیتا ہے۔“

وقت کی ایک بڑی خاصیت یہ ہے کہ وہ بہت تیزی سے گزر جاتا ہے، اور قیامت کے قریب یہ تیزی اور بڑھ جائے گی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وقت کا سمٹ جانا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک زمانہ قریب نہ ہو جائے، یہاں تک کہ ایک سال ایک مہینے کے برابر ہو جائے گا، مہینہ ایک ہفتے کے برابر، ہفتہ ایک دن کے برابر، دن ایک گھڑی کے برابر، اور گھڑی اتنی مختصر ہو جائے گی جتنی دیر میں کھجور کی شاخ جل کر ختم ہو جاتی ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو بار بار نصیحت فرماتے تھے اور انھیں ابھارتے تھے کہ اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ان کاموں میں لگائیں جو انھیں اللہ کے قریب کریں، اس سے پہلے کہ ایسے حالات آجائیں جو عمل سے روک دیں، اور پھر انسان ایسے وقت میں پچھتانے لگے جب پچھتاوا کسی کام کا نہ ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت

جانو، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی خوش حالی کو تنگ دستی سے پہلے، اپنے فارغ وقت کو مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

ان تمام نبوی نصیحتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وقت اور عمر کو غنیمت جانے، اس سے پہلے کہ عمل کے راستے بند ہو جائیں۔ اللہ کی بندوں پر ایک بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنی صحت اور قیام کے زمانے میں اللہ کی اطاعت میں مشغول رہتا ہو، پھر بیماری یا سفر جیسا کوئی عذر اس کے اور اس عمل کے درمیان حائل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پورا اجر لکھ دیتا ہے، وہی اجر جو وہ بیماری سے پہلے صحت اور سفر سے پہلے حضر میں کیا کرتا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے، تو اس کے لیے وہی اجر لکھ دیا جاتا ہے جو وہ صحت اور اقامت کے وقت کیا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ اجر اس شخص کے لیے ہے جو نیکی کا عمل کیا کرتا تھا، پھر کسی عذر کی وجہ سے اس سے رک گیا، اور اس کی نیت یہ تھی کہ اگر رکاوٹ نہ ہوتی تو وہ اس عمل کو جاری رکھتا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنی صحت اور اپنے فارغ وقت کو اللہ کی اطاعت میں استعمال نہیں کرتا، وہ حقیقت میں اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت۔

لہٰذا جس بندے کو اللہ صحت عطا کرے اور وقت میں فراغت نصیب ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ. وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ" [الانشراح: ۷-۸] (پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو عبادت میں مشغول ہو جاؤ، اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت رکھو)۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "یعنی جب تم دنیا کے کاموں اور مشغولیات سے فارغ ہو جاؤ، تو پوری توجہ کے ساتھ عبادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی بندے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، نہ جنت کی طرف اور نہ جہنم کی طرف، جب تک اس سے چار اہم سوال نہ کر لیے جائیں؛ ان میں سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں گزاری، اور اپنی جوانی کہاں صرف کی۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے بارے میں سوال نہ ہو جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کس میں کھپا دیا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا۔ صاحب عون المعبود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ انسان سے قیامت کے دن ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا، اور اسے ہر سوال کے لیے جواب تیار کرنا ہوگا۔

لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اوقات اور اپنی عمروں کو ان کاموں میں صرف کریں جو ہمیں اپنے رب کے قریب کریں، تاکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی پا سکیں، اور اپنے وقت کو ضائع کرنے سے بچیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے وقت میں پچھتانا پڑے جب پچھتاوا کوئی فائدہ نہ دے۔

☆☆☆

معروف داعی و مبلغ مولانا شمیم احمد اعظمی جوارِ رحمت میں

۱۳/فروری بروز جمعہ تبلیغی جماعت کے ایک جاں نثار و فعال رکن مولانا شمیم احمد اعظمی صاحب کا ہاٹا یوپی میں انتقال ہو گیا۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

مولانا شمیم صاحبؒ نے ابتداء عمر میں مرکزی مرکز تبلیغ، نظام الدین دہلی کے مدرسہ کاشف العلوم میں دینی تعلیم حاصل کی تھی، اور عالمِ دین کا نصاب مکمل کیا تھا۔ وہ لسان التبلیغ داعیٔ کبیر مولانا محمد عبید اللہ بلیاویؒ کے شاگرد، منظورِ نظر اور خاص تربیت یافتہ تھے۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کو دعوت و تبلیغ سے شغف ہو گیا تھا، اور فراغت کے بعد انھوں نے خود کو اس کام کے لیے گویا وقف کر دیا تھا۔ انھوں نے بڑی عسرت اور عرصہ سے ناسازیٔ صحت کے باوجود تبلیغ کے کام میں خود کو لگائے رکھا، ملک و بیرون ممالک کے دورے کیے، جماعتوں میں گئے، اجتماعات میں شرکت کی، اور تبلیغ و اصلاح کے میدان میں ایک جد و جہد سے بھرپور زندگی گذاری۔ موصوف انتہائی ملنسار، خوش اخلاق، متواضع اور تقویٰ شعار تھے، قرآن پاک کی تلاوت سے ان کو خاص لگاؤ تھا، اور ان کا معمول طویل عرصہ تک کم و بیش روزانہ دس پاروں کا رہا۔ مولانا کے انتقال سے جہاں تبلیغی جماعت اپنے ایک مخلص، مجاہد، عابد و زاہد اور تجربہ کار ساتھی سے محروم ہو گئی، وہیں امت مسلمہ کو ایک عظیم داعی اور مبلغ کا نقصان ہوا۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور چار صاحبزادگان ہیں، جن میں بڑے صاحبزادہ عالمِ دین ہیں۔

قارئین سے مولانا مرحوم کی مغفرت اور رفعِ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ ☆☆

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مصارف اور چند ضروری مسائل

مفتی راشد حسین ندوی (مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی)

زکوٰۃ کے مصارف خود قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کردیے گئے ہیں، ان مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ زکوٰۃ کی رقم لگانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی، اور دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، مصارف کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ} (التوبۃ: ۶۰) (زکوٰۃ تو حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اس کے کام پر جانے والوں کا اور ان کا جن کی دلجوئی منظور ہے اور غلاموں (کے آزاد کرنے) میں، اور قرض داروں (کے قرض چکانے) میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافر (کی ضرورت) میں (اس کو خرچ کیا جائے) اللہ کی طرف سے طے شدہ، اور اللہ خوب جانتا ہے، بڑی حکمت رکھتا ہے)۔

اس آیت کریمہ میں آٹھ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے:

(۱) فقراء: جن کے پاس مال تو ہو لیکن اتنا نہ ہو جس سے وہ صاحب نصاب بن جائیں۔

(۲) مساکین: یہ لفظ مسکین کی جمع ہے، مسکین اس کو کہتے ہیں جو کسی بھی مال کا مالک نہ ہو۔

(۳) اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے افراد اور کارکنان، ان کو اجرت اور تنخواہ کے طور پر اتنا دیا جائے گا جس سے ان کی ضروریات پوری ہوجائیں، زکوٰۃ کا یہ مصرف ایسا ہے جس پر اس کے مالدار ہونے کے باوجود صرف کی جاسکتی ہے، ظاہر ہے یہ مصرف صرف اسلامی حکومت میں پایا جائے گا۔

(۴) مکاتب یعنی وہ غلام جس سے اس سے آقا نے معاہدہ کرلیا ہو کہ اتنی رقم دے دو تو آزاد ہوجاؤ گے، تو یہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے، لیکن یہ مصرف ظاہر ہے غلامی کے خاتمہ کے بعد اب نہیں پایا جاتا۔

(۵) ایسا مقروض جس کے پاس دین کی ادائی کرنے پر نصاب کے بقدر مال نہ رہ سکے، اس قرض کی وجہ سے وہ بھی زکوٰۃ کا مصرف بن جائے گا۔

(۶) وہ مجاہدین اور غازیان اسلام جو نفقہ یا سواری وغیرہ ہلاک ہوجانے کے بعد فقر واحتیاج کے سبب اسلامی لشکر میں شامل ہونے سے عاجز ہوچکے ہوں، ان کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، جس سے وہ سواری اور زادراہ وغیرہ کا نظم کرسکیں۔

(۷) وہ مسافر جو سفر کے دوران ضرورت مند ہوجائیں، خواہ اپنے وطن میں صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہوں، مثلاً: سفر کے دوران کسی کی جیب کٹ گئی اور تمام نقدی اور ٹکٹ وغیرہ اس کے پاس سے نکل گئے، گھر میں سب کچھ ہے لیکن کسی وجہ سے وہ گھر سے مال منگوانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے تو یہ شخص بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

(۸) اس آیت کریمہ میں ایک مصرف ''مؤلفۃ قلوب'' بھی بتایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے، نومسلموں کو اسلام پر جمانے کے لیے، یا کچھ قبائل کے شر سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے زکوٰۃ کی رقم صرف فرمایا کرتے تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عمر کے مشورہ سے اس مصرف پر زکوٰۃ کی ادائیگی روک دی گئی، اس لیے کہ جس علت سے ان پر رقم صرف کی جاتی تھی، اسلام کے غلبہ کے بعد وہ علت باقی نہیں رہ گئی۔ (شامی: ۲/ ۶۴-۶۸، ہندیہ: ۱/ ۱۸۷-۱۸۸)

چند ضروری مسائل:

(۱) نیت ضروری ہے:

زکوٰۃ ایک عبادت ہے، لہٰذا دوسری عبادات ہی کی طرح اس کی ادائیگی اسی وقت معتبر ہوگی جب نیت کے ساتھ ادائیگی کی گئی ہو، خواہ خود فقیر کو دیتے ہوئے زکوٰۃ کی نیت کی جائے، یا جب زکوٰۃ کا حساب کرکے مال زکوٰۃ الگ نکال کر رکھتے ہوئے نیت کی جائے، یا ایسے ہی کچھ مال زکوٰۃ کی نیت سے علاحدہ کرکے رکھتے ہوئے نیت کرے، بعد میں خواہ حاجت مند کو دیتے ہوئے نیت نہ بھی کرے، تب بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اور اگر خود سے فقیر کو مال نہیں دیا، بلکہ کسی کو وکیل اور ذمہ دار بنادیا کہ وہ مال فقیر کو دے دے تو وکیل کو دیتے وقت اگر زکوٰۃ کی نیت کرلی تو کافی ہے، لیکن اگر کسی حاجت مند کو کچھ رقم دے دی، بعد میں خیال آیا کہ ہمیں زکوٰۃ ادا کرنی تھی لاؤ زکوٰۃ کی نیت کرلیں تو اس میں تھوڑی تفصیل ہے، اگر فقیر وہ رقم خرچ کرچکا ہے تو اب نیت کرنا معتبر نہیں ہے، لیکن ابھی اگر رقم فقیر کے پاس موجود ہے تو نیت کی جاسکتی ہے۔ (شامی: ۲/ ۴، ہندیہ: ۱/ ۱۷۰-۱۷۱)

(۲) سب مصارف میں دینا ضروری نہیں:

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے چاہے تو تمام

مصارف میں لگائے یا کسی ایک میں لگائے، لیکن مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔

(شامی:۲/۶۸، ہندیہ:۱/۱۸۸)

لیکن ایک کو دینا افضل ہوتا ہے، بشرطیکہ اتنا نہ ہو کہ وہ صاحب نصاب بن جائے، اور مستحب یہ ہے کہ ایک فقیر کو ایک وقت میں کم سے کم اتنا دے کہ پھر دن بھر اس کو کسی سے مانگنا نہ پڑے اور وہ مقدار اس کے لیے اور اس کے عیال کے لیے کافی ہو، چنانچہ دار قطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ ”آج کے دن ان کو غنی بنا دو“ اور کسی ایک فقیر کو اتنا دینا کہ وہ صاحب نصاب بن جائے مکروہ ہے، ہاں اگر وہ مقروض ہے تو دین ادا کرنے کے لیے بڑی مالیت بھی دی جاسکتی ہے، بس اس کا خیال رکھے کہ دین ادا کرنے کے بعد اس کے پاس نصاب کے بقدر نہ بچے، اسی طرح اگر کثیر العیال ہے، تب بھی زیادہ مقدار دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس کے عیال پر مال تقسیم کیا جائے، تو ایک کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ پہنچے۔ (ہندیہ:۱/۱۸۸)

(۳) کن لوگوں کو زکوۃ دینا ناجائز ہے:

مندرجہ ذیل لوگوں کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے:

۱-کافر کو، اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں صراحت سے آیا ہے کہ زکوۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے گی اور مسلمان حاجت مندوں پر صرف کی جائے گی۔

۲-اپنے اصول یعنی باپ، دادا، دادی، ماں، نانا، نانی وغیرہ کو۔

۳-اپنے فروع یعنی بیٹے، پوتے، پڑپوتے، بیٹی، نواسہ وغیرہ کو۔

۴-مالدار کو یعنی جو خود صاحب نصاب ہو، اسی طرح مالدار کی نابالغ اولاد کو بھی زکوۃ نہیں دی جاسکتی

۵-سادات کو جن میں بنو ہاشم یعنی حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت جعفرؓ وغیرہ کی اولاد شامل ہے، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: محمد اور آل محمد کے لیے زکوۃ حلال نہیں ہے اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ جب بچے تھے تو صدقہ کی ایک کھجور انہوں نے اپنے منھ میں رکھ لی، آنحضرت ﷺ نے وہ ان کے منھ سے نکلوادی، اور فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

۶-بیوی اپنے شوہر کو یا شوہر اپنی بیوی کو۔

(ہندیہ:۱/۱۸۸-۱۸۹، شامی:۲/۶۹-۷۳)

(۴) زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک ضروری ہے:

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک ضروری ہے یعنی حاجت مند کو باقاعدہ مالک بنا دیا جائے، اس کے بغیر زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ زکوۃ کی رقم سے مسجد یا مدرسہ وغیرہ بنانا، رفاہی ضروریات مثلاً: راستہ یا پل اور ہسپتال جیسی چیز بنانا، یا میت کی تجہیز و تکفین کرنا، کسی غریب میت کا قرض ادا کرنا، یا اس کی رقم سے فقراء کی دعوت کرنا درست نہیں ہے، اور اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (شامی:۲/۶۸)

(۵) زکوۃ کی رقم سے کوئی دوسری چیز لے کر دینا:

یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوۃ کی رقم بعینہٖ فقراء پر صرف کی جائے، بلکہ اگر سمجھ رہا ہے کہ حاجت مند کو فلاں چیز کی ضرورت ہے تو وہ چیز مال زکوۃ سے خرید کر مستحق کو دے دینے سے بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی، مثلاً: زکوۃ کی رقم سے کتابیں کاپیاں خرید کر بالغ غریب طلباء کو دینا، طلباء کا یونیفارم تیار کر کے مستحق کو دینا، غریبوں کو کپڑے یا ضرورت کا کوئی سامان زکوۃ کی رقم سے خرید کر دے دینا جائز ہے، یہاں تک کہ اگر زکوۃ کی رقم سے غریب کو گھر بنوا کر دے دیا جائے تب بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی، اور چونکہ گھر کا مالک ہونے سے زکوۃ فرض نہیں ہوتی، لہٰذا اگر گھر تیار کرنے میں نصاب زکوۃ سے زیادہ رقم بھی صرف ہوجائے تب بھی اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔” وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر“ ۔ (شامی: ۲/۲۴، کتاب المسائل:۲/۱۸۳-۱۸۴)

(۶) جب زکوۃ دینے میں غلطی ہوجائے:

اگر کسی شخص کو زکوۃ کا مستحق سمجھ کر زکوۃ دی، بعد میں پتہ چلا کہ اس کو زکوۃ دینا درست نہیں تھا، تو اگر اچھی طرح غور کر کے زکوۃ دی تھی کہ وہ مستحق ہی ہے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی، اور بعد میں دوبارہ زکوۃ دینا ضروری نہیں ہوگا، مثلاً: مستحق سمجھ کر زکوۃ دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ مالدار تھا، یا کافر تھا یا اس کا باپ تھا، یا اس کا بیٹا تھا، یا اس کا تعلق بنو ہاشم سے تھا یا وہ اس کی بیوی یا شوہر تھا، تو زکوۃ شرعاً ادا ہوجائے گی، لیکن اگر تحری اور غور و فکر کے بغیر ان لوگوں کو زکوۃ دے دی تھی تو ادا نہیں ہوگی اور پھر سے دینا ہوگا۔ (شامی:۲/۷۴)

(۷) زکوۃ دینے میں قرابت داروں کا خیال رکھنا:

اوپر جن رشتہ داروں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے یعنی اصول، فروع اور زوجین، ان کے علاوہ بقیہ رشتہ داروں کو زکوۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ زیادہ باعث ثواب ہے، ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کرنے کا بھی ثواب ہوتا ہے، جیسے بھائی، چچا، پھوپھی، بہن، سوتیلی ماں، بہو اور

داماد وغیرہ، بس شرط یہ ہے کہ وہ مستحق زکوۃ ہوں۔
(شامی:۲/۶۹)

(۸)زکوۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں ہے:

زکوۃ دیتے وقت یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے، چنانچہ اگر تحفہ وغیرہ کے نام سے زکوۃ دی جائے اور دل میں زکوۃ کی نیت رکھی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔(ہندیہ:۱/۱۷۱)

(۹)پیشگی زکوۃ ادا کرنا:

اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہے تو اگر وہ ایک سال یا کئی سال کی پیشگی زکوۃ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے، لیکن اگر بعد میں مال میں اضافہ ہو گیا تو اس کی زکوۃ الگ سے نکالنی ہوگی۔
(ہدایہ:۱/۱۹۴، شامی:۲/۲۹)

(۱۰)گروی رکھی ہوئی چیز کی زکوۃ:

اگر زکوۃ کے مال میں سے کوئی چیز خواہ وہ زیور ہو یا کوئی اور چیز کسی قرض وغیرہ کے بدلہ میں گروی رکھی ہوئی ہے تو اس کی زکوۃ نہ راہن (گروی رکھنے والے) پر ہوگی، نہ مرتہن (جس کے پاس سامان گروی رکھا گیا) پر، اس لیے کہ زکوۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب ملکیت تامہ پائی جائے، اور گروی رکھے ہوئے سامان پر کسی کو بھی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے، راہن سامان کا مالک تو ہے لیکن سامان اس کے قبضہ میں نہیں ہے، اور مرتہن سامان پر قابض ہے لیکن اس کو سامان کی ملکیت حاصل نہیں ہے، پھر جب راہن قرض کی ادائیگی کر کے سامان کو چھڑا لے تب بھی گزشتہ سالوں کی زکوۃ اس پر واجب نہیں ہوگی۔
(شامی:۲/۷، ہندیہ:۱/۱۷۲)

(۱۱)مال تجارت کی زکوۃ میں فروخت کی قیمت کا اعتبار ہوگا:

مال تجارت کی زکوۃ میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ خریداری کے دن کی قیمت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اعتبار اس سامان کی زکوۃ نکالنے کے دن کی قیمت کا کیا جائے گا، یعنی مالیت اس دن کی معتبر ہوگی جس دن آپ زکوۃ کا حساب کر رہے ہیں، مثلاً: ایک پلاٹ تجارت کے لیے آپ نے ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا اور آج اس پلاٹ کی قیمت دس لاکھ ہوگئی، اب دس لاکھ پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی، ایک لاکھ پر نہیں نکالی جائے گی، اسی طرح خرید کی قیمت کے بجائے فروخت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، ہاں پھٹکر کے بجائے ہول سیل کے اعتبار سے قیمت کا اندازہ لگانا جائز ہے۔
(بدائع:۲/۱۱۵، فقہی مقالات:۳/۱۵۰-۱۵۲)

(۱۲) سونے چاندی میں بھی فروخت کی قیمت کا اعتبار ہوگا:

سونے چاندی میں سنار کے یہاں سے زیورات خریدیں تو قیمت زیادہ رہتی ہے، اور بیچے جائیں تو اس کی قیمت قدرے کم ہوتی ہے، تو چونکہ سونے چاندی میں زکوۃ اصلاً وزن ہی کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ ۴۰/گرام چاندی میں ایک گرام، سو گرام میں ڈھائی گرام اور شریعت کی طرف سے اصلاً اسی وزن کا اعتبار ہے، لہٰذا قیمت سے ادائیگی کرتے وقت اسی کی فروخت والی قیمت کا اعتبار ہوگا، جس قیمت پر خریدا تھا، اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔(شامی:۲/۲۴)

یہ بھی واضح رہے کہ اگر اموال تجارت کی قیمت الگ الگ شہروں میں مختلف ہو جاتی ہو تو مال جہاں پر موجود ہو، وہاں کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، جہاں پر زکوۃ دینے والا موجود ہے، وہاں کی قیمت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔(شامی:۲/۲۴)

☆☆☆

بقیہ: رمضان اور خواتین---

عید کی نماز کا مسئلہ: اللہ تعالی نے رمضان کے روزوں کا تحفہ عید کی شکل میں دیا ہے، عید میں دو رکعت نماز شکرانہ کے طور پر ادا کی جاتی ہے، عید کی نماز مرد کے ساتھ عورت کے لئے بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو عید کی نماز میں شریک ہونے کی تاکید فرمائی ہے، روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں بالغ اور پردہ کرنے والی (لڑکیوں اور عورتوں) کو عیدگاہ لے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی خواتین کو بھی عیدگاہ لے جایا کرتے تھے، سنن ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ اپنی صاحبزادیوں اور خواتین کو عیدین میں عیدگاہ لے جایا کرتے تھے۔(۱۳۰۹)

بعد کے ادوار میں مستند علماء اور فقہاء نے اندیشہ فتنہ کی وجہ سے جوان عورتوں کو عیدگاہ جانے سے منع فرمایا اور صرف بوڑھی خواتین کو اجازت دی۔
(بدائع الصنائع، ج۱۰، ص:۲۷۵)

موجودہ وقت میں عیدگاہ میں عموماً خواتین کے لئے الگ سے کوئی مناسب انتظام نہیں ہوتا ہے لہٰذا اگر کہیں عورتوں کے لئے علاحدہ انتظام ہو اور مرد و عورت کے درمیان اختلاط سے بچا جانا ممکن ہو، ایسی صورت میں عورت عیدگاہ جانا چاہے تو جا سکتی ہے، لیکن جہاں انتظام نہ ہو وہاں عیدگاہ نہیں جانا چاہئے۔

عید کی نماز مردوں پر واجب ہے، عورتوں پر نہیں، جیسا کہ جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ**۔(ابی داؤد:۱۰۶۷)

فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: **لا تجب الجمعة على العبيد والنسوان**۔(ج۱، ص:۱۴۴)

الطافِ کرم

آغوشِ اعتکاف میں لعلِ شبِ قدر

محمد جاوید اختر ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

رمضان المبارک میں سب سے افضل عمل روزہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کے بارے میں متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ایمان کے جذبہ سے اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے گزشتہ گناہوں کی بخشش ہوگئی“۔ [بخاری ومسلم] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(نیک) عمل جو آدمی کرتا ہے تو نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مگر روزہ اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا، وہ اپنی خواہش اور کھانے کو محض میری خاطر چھوڑتا ہے، روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت ہوتی ہے، اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے“۔ [بخاری ومسلم] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں، روزہ کہتا ہے: ”اے رب! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے سے اور دیگر خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اور قرآن کہتا ہے کہ: میں نے اس کو رات کی نیند سے محروم رکھا (کہ رات کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتا تھا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے، چناں چہ دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے“۔ [سنن بیہقی] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو خواہ ساری عمر روزے رکھتا رہے، وہ اس کی تلافی نہیں کرسکتا“۔ [جامع ترمذی]

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے، اسی مہینہ میں ایک عظیم رات شبِ قدر عطا کی گئی، جسے قرآن مجید نے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ یہ وہ بابرکت رات ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور فرشتے اللہ کے حکم سے زمین پر اترتے ہیں۔ اس رات میں عبادت، دعا، تلاوت اور ذکر کا اجر عام دنوں کے مقابلہ میں بے حد بڑھا دیا جاتا ہے۔ شبِ قدر دراصل بندے کو یہ پیغام دیتی ہے کہ زندگی کا اصل مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اپنی اصلاح کرنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لنگی مضبوط باندھ لیتے (یعنی کمر ہمت چست باندھ لیتے) خود بھی شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے۔ [بخاری ومسلم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک یہ مہینہ تم پر آیا ہے، اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہا، وہ ہر خیر سے محروم رہا، اور اس کی خیر سے کوئی شخص محروم نہیں رہے گا، سوائے بدقسمت اور حرماں نصیب کے“۔ [سنن ابن ماجہ] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو!“ [صحیح بخاری] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو، اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں“۔ [سنن بیہقی]

حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ایمان کے جذبہ سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے پہلے گناہ بخش دیے گئے، اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، ایمان کے جذبہ اور ثواب کی نیت سے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے، اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے، اس کے پہلے گناہ بخش دیے گئے“۔ [بخاری ومسلم] اور ایک روایت میں ہے کہ: ”اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے گئے“۔ [سنن نسائی]

شبِ قدر کی تلاش کے لیے نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں عبادت کا خصوصی اہتمام فرمایا، اور اسی مقصد کے تحت اعتکاف کی سنت قائم ہوئی۔ اعتکاف کا مطلب ہے اللہ کی رضا کے لیے دنیاوی مشاغل سے الگ ہو کر مسجد میں قیام کرنا، تا کہ انسان اپنے رب سے تعلق مضبوط کرے، گناہوں سے توبہ کرے اور روحانی پاکیزگی حاصل کرے۔ اعتکاف انسان کو صبر، یکسوئی، عاجزی اور اللہ پر کامل اعتماد سکھاتا ہے۔

اعتکاف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو شبِ قدر ملنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، کیونکہ معتکف عبادت، ذکر اور دعا میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ عمل ہمیں یہ سبق بھی دیتا ہے کہ حقیقی

کامیابی مال و دولت میں نہیں، بلکہ اللہ کے قرب میں ہے۔ آج کے مصروف دور میں اعتکاف انسان کو روحانی سکون اور باطنی اطمینان فراہم کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے رمضان میں (آخری) دس دن کا اِعتکاف کیا، اس کو دو حج اور دو عمرے کا ثواب ہوگا“۔ [سنن بیہقی]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر ایک دن کا بھی اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی تین خندقیں بنادیں گے کہ ہر خندق کا فاصلہ مشرق و مغرب سے زیادہ ہوگا“۔ [سنن بیہقی]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جس شخص نے بیہودہ باتیں (مثلاً: غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن، غلط بیانی وغیرہ) اور گناہ کا کام نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے“۔ [صحیح بخاری] حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”روزہ ڈھال ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑے نہیں“۔ [سنن نسائی] اور ایک روایت میں ہے کہ: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ ڈھال کس چیز سے پھٹ جاتی ہے؟ فرمایا: ”جھوٹ اور غیبت سے“ [طبرانی]

خلاصہ یہ کہ شبِ قدر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اعتکاف اس نعمت کو پانے کا بہترین ذریعہ، مسلمان کو چاہیے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کی قدر کرے، عبادت میں اضافہ کرے اور اپنے رب سے مغفرت و ہدایت طلب کرے، کیونکہ کامیاب وہی ہے جسے شبِ قدر کی برکتیں نصیب ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس شب کی قدر کرنے اور اعتکاف کی برکتیں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

سیرت طیبہ کے سلسلۃ الذہب کا نیا شاہکار

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رحمۃ للعالمین

تالیف: حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ العالی

عہد حاضر میں محدثین ہند کی عظیم الشان روایات کے وارث و امین حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم کی تصنیفی و تالیفی زندگی کی حاصل، سرور دو عالم ﷺ کی سیرت پاک سے روشنی اور رہنمائی کے لیے موجودہ عہد کے تقاضوں اور جدید انسانی معاشرہ و مزاج کی مناسبت سے حضور پاک ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کی دلنشیں، دلنواز اور دلکش تشریح علامہ شبلی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی ﷺ کے سو سال بعد سیرت نگاری میں مجددانہ کارنامہ تین ضخیم جلدوں میں خیر و برکت کی حامل یہ سیرت مصطفی عرب و عجم کے اہل نظر کی داد و تحسین کے مطابق:

۱ حضور ﷺ کی ذات اور سیرت پر لکھنے کا مطلب ہے کہ حرمین شریفین پر بھی قلم اٹھایا جائے، یہ وہ نکتہ ہے جسے ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے اس کتاب میں خاص طور پر ملحوظ رکھا۔
محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین (ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی - سابق جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ)

۲ یہ سیرت پاک کے موضوع پر گراں قدر تصنیف ہے، میں اس کو شیخ ندوی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی اور فضل ربانی سمجھتا ہوں۔ (ڈاکٹر سعود بن ابراہیم الشریم - امام و خطیب مسجد حرام مکۃ المکرمہ)

۳ یہ جامع انسائیکلوپیڈیا ہے، مشرق و مغرب میں پوری امت اسلامیہ کے لیے گراں قدر تحفہ ہے۔
(ڈاکٹر ابولبابہ طاہر صالح حسین)

۴ یہ عظیم الشان کتاب جامعیت اور دلکشی میں بے مثال اور عظیم شاہکار ہے اور ایسی کتاب ہے جس میں افراط و تفریط دونوں انتہاؤں سے بچ کر اعتدال کا راستہ اختیار کیا گیا ہے، زبان عصر حاضر کے فہم کے مطابق ہے۔
(ڈاکٹر موفق بن عبداللہ - استاذ حدیث جامعہ ام القریٰ)

۵ بنیادی خوبی یہ ہے کہ سیرت نبوی پر لکھنے کے لیے جن باتوں کا علم ضروری ہے اس میں صاحب کتاب کمال مہارت کے حامل ہیں۔ اس کے مطالعہ سے ایمان و عقیدہ کو مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ (مولانا سید محمد رابع ندوی)

دیدہ زیب کتابت، بہتر مجلد خوبصورت سرورق کے ساتھ تین جلدوں کا مکمل سیٹ حاصل کرنے کے لیے جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ یوپی اور دیوبند اور ندوہ کے مشہور مکتبوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

پتہ **جامعہ بُکڈپو** جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ یوپی
موبائل نمبر: 9450876465 9532829745
قیمت: 2000 خصوصی رعایت کے ساتھ قیمت: 750

رسید کتب

تعارف وتبصرہ

محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

نام کتاب: قرآنی افادات

از: ابوالحسن علی ندویؒ

مرتب: رسال الدین حقانی ندوی

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کو اللہ رب العزت کے خزینۂ عطا سے عربی زبان و ادب کا وہ حسنِ ذوق اور حکمت وتفقہ کا وہ حسنِ مذاق حاصل ہوا تھا کہ جس کی بنا پر آپ کے فہمِ قرآن کی نوعیت کچھ الگ ہی رنگ وآہنگ کی نظر آتی تھی۔ کہنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ آپؒ نے اسلاف ومعاصرین سے ہٹ کر قرآن کی ترجمانی کی ہے؛ بلکہ یہ بات خود حدیثِ نبوی میں مذکور قرآن کی اس سرمدی صفت '**لاتنقضی عجائبه**' سے تعلق رکھتی ہے، جس کی پرتیں الگ الگ زمانہ میں، الگ الگ ماحول میں، الگ الگ رنگوں میں موقع وحال کی مناسبت سے کھلتی رہیں گی، اوران کو کھولنے کے لیے الگ الگ رجالِ کار کے انتخاب کا سلسلہ بھی گویا '**اللہ یعلم حیث یجعل رسالته**' کی حقیقت کا عکس بن کر قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یقیناً اپنی قرآن فہمی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، اور قرآنی مضامین کی ترجمانی میں آپ کا رنگ سب سے جداگانہ تھا؛ قرآن کریم کی بہت سی آیات' جن سے بڑے بڑے مفسرین ومترجمینِ قرآن سرسری طور پر گذر گئے' حضرت مولاناؒ کی دقتِ نظر نے ان کو یوں ہی گذرنے نہیں دیا؛ بلکہ وہ ان کو مدارجِ فہم وادراک میں اتارتی چلی گئی، اورپھر ان کا ذہنِ رسا اک ایسا زاویۂ فکر لے کر اٹھا کہ اربابِ علم وفقہ واصحابِ شرح وتفسیر بھی انگشت بدنداں رہ گئے کہ آخر ہمیں اس نکتہ رسی کا شرف کیوں کر حاصل نہ ہوسکا!!۔

یوں تو فہمِ قرآن کے حوالہ سے حضرت مولاناؒ کی نکتہ آفرینیوں کی مثالیں بہت سی مل جائیں گی؛ لیکن بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کو لوگوں نے جانا اور پرکھا تو آیتِ قرآنی کا ان کے شعور ووجدان پر ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے اس کے طغرے بنا ڈالے، اور اپنے گھروں اور نشست گاہوں کی زینت بنایا۔ ہمارا اشارہ خاص طور پر سورۂ بقرہ کی آیتِ کریمہ کا جزء ''**ماتعبدون من بعدی**'' ہے، جس کو جب لوگوں نے حضرت مولاناؒ کے نکتۂ نظر سے دیکھا تو، اور اسی آیت کے ایک اور جزء ''**ولاتموتن الا وأنتم مسلمون**'' کو بھی اپنی تحریر وتقریر میں حضرت مولانا نے وہ اہمیت و عظمت دی جو کسی اور کے یہاں نہیں ملتی۔

یہاں پر خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے قولِ زریں ''**أینقص الدین وأنا حی**'' کا ذکر بھی بے محل نہیں ہوگا۔ حضرت مولاناؒ کی نظر جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر پڑی تو آپؒ کی زبان وقلم نے اس کو معنویت کی وہ خلعت عطا کی کہ گویا شانِ صدیقی کا ایک نیارنگ امت کے سامنے آگیا۔

گرچہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے تفسیری مذاق کے اظہار کے لیے تفسیر نویسی کو ذریعہ نہیں بنایا؛ البتہ 'ادارہ تعلیماتِ اسلام' اور مرکز دعوت و تبلیغ لکھنؤ میں ایک طویل عرصہ تک آپ نے درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ درمیان میں ایک زمانہ تک یہ سلسلہ موقوف رہا، پھر حیاتِ مستعار کے آخری دور میں اہلِ تعلق کے اصرار پر رمضان میں تکیہ کی مسجد میں یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ ابتدائی دور کے دروس افسوس کہ محفوظ نہ کیے جاسکے، البتہ آخری دور کے ان دروس کو محفوظ کرنے کا خیال داعیٔ اسلام مولانا سید عبداللہ حسنی رحمہ اللہ کو آیا، انھوں نے جناب رسال الدین حقانی ندوی صاحب ناظم ادارہ شبابِ اسلامی، دہرہ دون کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ ان کو مرتب کردیں۔ اس طرح مولانا رحمہ اللہ کی سرپرستی اور نگرانی میں انھوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری شہ پاروں کو بیانات اور تحریروں سے شکر پاروں کی طرح چنا، اور ''افاداتِ قرآنی'' اور ''قرآنی افادات'' کے نام سے مرتب کیا۔

اب موصوف مرتب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ٹیپ شدہ دروس کو سورت وار نقل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ سورۂ شعراء کا درس وہ قلمبند کرچکے ہیں، اور وہ شائع بھی ہوچکا ہے۔ سرِ دست اس وقت ہمارے سامنے ان کا سورۂ کہف پر کیا ہوا کام موجود ہے، جس کو دیکھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان مضامین کو یکجا کر کے مرتب کرنے میں بڑی محنت اور جانفشانی برتی گئی ہے، کافی کچھ مواد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف 'معرکۂ ایمان و

مادیت' سے ماخوذ ہے، دورانِ درس جن مظان یا مصادر کی طرف حضرتؒ نے اشارہ فرمایا' ان سے رجوع کر کے بیان مکمل کیا گیا ہے، اور ساتھ میں حوالے بھی درج کر دیے گئے ہیں۔اس طرح ۲۸۸ رصفحات پر مشتمل یہ دلکش کتاب ایک غیر معمولی علمی سرمایہ بن گئی ہے، جس سے حضرتؒ کے تفسیری ذوق و تحقیق کے ساتھ مکمل سورۂ کہف کا مطالعہ کرنے اور اس سے استفادہ کرنے میں آسانی ہوگئی ہے۔

حضرت مولاناؒ کے تفسیری ذوق کی اگر بات کریں تو اس کا خلاصہ ہماری دانست میں درجِ ذیل نکتوں میں کیا جاسکتا ہے:

ایک: قرآن کی واقعاتی پیش کش کی غرض و غایت سامنے رکھ کر اس کے مقصود کو واضح کرنا، اس طور پر کہ قرآن کے آفاقی پیغام کی ترسیل قاری یا سامع کی سطح کو سامنے رکھ کر ہو۔

دوم: قدیم تفسیری مصادر کے ساتھ عصری تفسیروں اور جدید تحقیقات ، یہاں تک کہ انگریزی مصادر سے بھی بقدرِ ضرورت استفادہ، کہ ان میں جو تحقیق کے معیار اور عقلی پیمانہ پر کھری اترتی ہوں' ان کا اعتبار روا رکھا جائے۔

سوم: متقدمین سے اختلاف کے وقت ان کی حرمت کا دفاع، کہ حدِ ادب سے تجاوز نہ ہو، اور ان کی رائے کی توجیہ کی جائے۔

چہارم: چھوٹے جملوں کا دل کش اور جاذبِ نظر پیرایۂ بیان، کہ قاری کے دل میں مضامین اترتے چلے جائیں، اور فہم میں کسی قسم کی دقت نہ ہو، خاص طور پر قرآن کریم کی جامعیت کو کھولنے میں تمہید طولانی یا زورِ بیان سے پرہیز۔

پنجم: اپنی رائے کو پیش کرنے میں غایت درجہ کی احتیاط۔

آیئے نمونہ کے طور پر اس سورت میں ذو القرنین کے حوالے سے حضرتؒ کی گفتگو پر ایک نظر ڈالتے ہیں، فرماتے ہیں:

''چوتھا قصہ جس پر اس سلسلہ کا اختتام ہے ایک ایسے شخص کا قصہ ہے جو ایمان و صلاح، فائق و برتر قوت، قدرتی وسائل اور انسان کے لیے پیدا کردہ طاقتوں کی تسخیر، تمام چیزوں کا جامع تھا، اور جس نے مفسد و سرکش فاتحین اور ظالم و جابر بادشاہوں کے برخلاف ان وسائل کا استعمال صرف انسانی فلاح، انسانیت کی خدمت اور تہذیب کے قیام کے لیے کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "ویسئلونک عن ذی القرنین" (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ذو القرنین کے بارہ میں)۔

''ذو القرنین'' کی شخصیت میں مفسرین کا اختلاف ہے، عام طور پر مشہور قول یہ ہے کہ وہ سکندرِ مقدونی تھے۔ امام رازیؒ بھی اسی رائے کے مؤید اور داعی تھے، اور عام علماء کا رجحان بھی زیادہ تر یہی رہا؛ لیکن درحقیقت اس قول کو تسلیم کرنے کے لیے کوئی قوی دلیل یا محرک موجود نہیں ہے، اس لیے کہ سکندر مقدونی میں وہ صفات بالکل نہیں پائے جاتے جن کا ذکر قرآن مجید میں ذوالقرنین کے لیے آیا ہے۔ مثلاً: ایمان باللہ، خوفِ خدا، عدل اور مفتوحہ آبادیوں کے ساتھ رحم و انصاف کا برتاؤ، اور اس عظیم پشتہ کا غیر معمولی کارنامہ۔ یہ خیال غالباً صرف اسکندر مقدونی کی تاریخ اور ایک جنگی مہم سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا''۔

متقدمین کی رائے کی خوبصورت اور معقول توجیہ:

''عام طور پر ہمارے علماء جو تفسیر اور حدیث وغیرہ سے اشتغال رکھتے تھے، تاریخ کا تقابلی مطالعہ ان کا نہیں تھا، اس کے اسباب نہیں تھے، وہ دوسری زبانوں سے واقف نہیں تھے، اور تاریخ ایسی وسیع چیز ہے جو ایک قوم کی ملکیت نہیں ہے، اور ایک ملک ہی کے اندر محدود نہیں ہے......، اور پھر تاریخ پر اتنا بڑا کام اس سے پہلے ہوا بھی نہیں تھا......''۔

''......حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ وہ سکندر نہیں، اور ابھی اس وقت تک کی جو تحقیقات ہیں، قریب قریب بہت تازہ تحقیق مولانا ابو الکلام آزادؒ کی ہے جو ''ترجمان القرآن'' میں انھوں نے پیش کی ہے کہ اس سے مراد سائرس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک ایرانی فاتح تھا، جو ایک صحیح العقیدہ بھی تھا اور اس دنیا کے دور دراز گوشوں تک بھی پہونچا ہے، مشرق میں مشرقِ اقصیٰ تک پہونچا، اور مغرب میں مغربِ اقصیٰ تک پہونچا......بعض معاصر فضلاء و اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اہلِ یونان سائرس کہتے آئے ہیں، اور جس کو یہود 'خورس' اور عرب مؤرخین 'کیخسرو' کہتے ہیں......''۔

اس نمونہ کے پیش کرنے میں متن و حاشیہ دونوں سے اختصار کے ساتھ انتخاب کیا ہے، تاہم اس سے قاری کو ایک ہلکی سی جھلک حضرتؒ کے اندازِ تفسیر کی ضرور نظر آئے گی۔

'ایس ایچ انٹر پرائز دہرہ دون' نے شائع کیا ہے، مجوزہ قیمت ۱۶۰/روپیہ ہے، حصول کے لیے رابطہ کریں: ۹۹۹۷۱۴۴۶۹۹

☆☆☆

ایمان و عقیدہ

وندے ماترم- عقیدۂ توحید کے منافی

محمد نفیس خان ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

مسلمانوں کی زندگی کا مرکز و محور ''عقیدۂ توحید'' ہے۔ توحید محض کوئی نظریہ یا زاویۂ فکر نہیں، بلکہ ایمان کی بنیاد، عبادت کا معیار اور انسان کی روحانی کامیابی کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ اسی لیے اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے مضبوط اصول یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہو خواہ وہ رکوع و سجود ہو، نذر و نیاز ہو، عاجزی و انکسار ہو یا تعظیم و تکریم کا اعلیٰ ترین درجہ' مسلمان نہ صرف اپنے اعمال بلکہ اپنے الفاظ اور احساسات تک میں اس بات کا سخت پابند ہے کہ کہیں شرک یا غیر اللہ کی بندگی کی معمولی سی جھلک بھی شامل نہ ہونے پائے۔

توحید چونکہ محض کوئی فکری دعویٰ نہیں بلکہ ایمان کی اصل روح ہے، اس لیے مسلمانوں کے نزدیک اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے: لفظ، اشارہ، نیت، رسم یا کوئی بھی رسمی اظہار اگر ان میں غیر اللہ کی عبادت یا الوہیت کے کسی تصور کی معمولی آمیزش بھی محسوس ہو جائے تو مسلمان اسے فوراً رد کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کی عبادت میں کسی غیر کی شرکت براہِ راست ایمان سے ٹکراؤ ہے، اور اس باب میں معمولی سی نرمی یا ادنیٰ سی غفلت بھی عبدیت کی بنیادوں کو ہلا سکتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے شرک کو سب سے بڑا گناہ، سب سے سنگین ظلم، اور انسان کی فطری آزادی کے خلاف سب سے بڑی بغاوت قرار دیا ہے۔ قرآن اسے واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ'' (بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے)۔

عقیدۂ توحید کے اسی تناظر میں ملک کی آئین سازی کے وقت اس بات کی مکمل رعایت کی گئی کہ کسی بھی مذہب کی آزادی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ چنانچہ ملک میں جو آئین نافذ کیا گیا اس میں مذہبی آزادی کو ہر شہری کا بنیادی حق قرار دیا گیا اور یہ ضمانت دی گئی کہ ملک میں ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو مذہب چاہے اپنائے، اس پر عمل کرے، اور ایسی کسی بھی رسم، نعرہ یا کلمہ میں شریک نہ ہو جو اس کے عقیدہ سے متصادم ہو۔

یہ آزادی محض دستور کی ایک دفعہ نہیں، بلکہ قومی امن، سماجی مساوات اور مذہبی تکثیریت کی حقیقی بنیاد ہے۔ اسی لیے اگر کوئی مذہبی جماعت کسی ترانے، نعرے یا رسمی عمل میں ایسے مذہبی عناصر محسوس کرے جو اس کے ایمان سے ٹکراتے ہوں، تو آئین اسے اس سے دور رہنے کا پورا حق فراہم کرتا ہے۔

اس پس منظر میں وندے ماترم کا مسئلہ بھی سمجھئے جسے حب الوطنی کے نام پر مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے، حالانکہ یہ معاملہ حب الوطنی یا وطن دوستی کا ہرگز نہیں، بلکہ ایک مخصوص مذہبی رنگ کے ترانے کو قومی وفاداری کا معیار بنانے کا مطالبہ ہے۔ یہ طرزِ عمل مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو محدود کرنے اور ان کے بنیادی عقائد پر دباؤ ڈالنے کے مترادف ہے۔

وندے ماترم کے چند اشعار میں وطن کو ماتا، دیو مورت، درگا اور لکشمی جیسے القابات سے پکارا گیا ہے۔ یہ الفاظ محض ادبی تخیل نہیں رکھتے بلکہ واضح مذہبی تقدیس اور پوجا کے مفہوم سے جڑے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے اس نوعیت کے الفاظ عقیدہ کے باب میں سخت حساسیت رکھتے ہیں، کیونکہ ان میں خدائی صفات کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے مسلمان ان مخصوص فقرات کی ادائی سے گریز کرتے ہیں، وگرنہ وطن سے محبت میں وہ کسی دوسرے شہری سے پیچھے نہیں۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ مسلمانوں کا اعتراض پوری نظم پر نہیں بلکہ صرف ان حصوں پر ہے جن میں پوجا، دیومالیاتی صفات یا الوہیت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ خود ملک کے آئین میں بھی مذہبی آزادی کی بنیاد پر کسی شہری کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ متعدد ہندو دانشور اور ماہرِ تعلیم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مذہبی نوعیت کے الفاظ پر مشتمل کسی ترانے کو سب کے لیے لازمی قرار دینا نہ آئینی طور پر درست ہے اور نہ ہی سماجی ہم آہنگی کے لیے مفید۔ یہ معاملہ کبھی بھی وطن دشمنی کا نہیں تھا۔

مسلمان اس سرزمین کے معمار بھی رہے، محافظ بھی، اور آج بھی اس کے وفادار شہری ہیں۔ لیکن جب سوال ایمان اور عقیدۂ توحید کا آئے، تو مسلمان کے لیے کوئی نعرہ، کوئی ترانہ، کوئی ثقافتی علامت ایمان سے بلند نہیں ہو سکتی۔ شرک کے باب میں اسلام کی حساسیت اس حد تک ہے کہ ایک لفظ یا ایک طرزِ اظہار بھی انسان کے عقیدے کو مجروح کر سکتا ہے۔ اسی لیے مسلمان اس مسئلے میں محتاط ہیں، اور اس احتیاط کو غداری یا عدمِ حب الوطنی قرار دینا نہ صرف ناانصافی ہے بلکہ ملک کی اجتماعی فضا کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

☆☆☆

فقہی مسائل

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

سوال: کیا روزہ میں مسواک چبانا جائز ہے؟

جواب: مسواک کرنا جائز ہے؛ لیکن چبانے سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہیے، بہتر ہے کہ مسواک پہلے سے بنائی جائے، تاہم صرف مسواک چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر عرق حلق تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ [الدر المختار: ۲/۱۱۲]

سوال: کیا دمہ کا مریض روزہ کی حالت میں ''انہیلر'' استعمال کرسکتا ہے؟

جواب: دمہ کے مریض کے لیے روزہ کے دوران ''انہیلر'' یا ''وینٹولین'' لینے سے روزہ فاسد ہوجائے گا، کیونکہ اس میں لیکویڈ دوائی ہوتی ہے جو پمپ کرنے کی صورت میں اندر جاتی ہے، اور دوائی اندر جانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور قضا لازم ہوگی۔ اس لیے ایسے افراد جب تک ''انہیلر'' کے استعمال کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتے وہ روزہ نہ رکھیں، جب اس کے بغیر روزہ رکھنا ممکن ہو تو روزہ رکھیں اور فوت شدہ روزوں کی قضا کریں۔ [الدر المختار: ۲/۱۳۹۵]

سوال: نوکری کے لیے ٹیسٹ دیتے وقت دوڑنے کے لیے روزہ توڑنا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں کسی شخص کا ملازمت کے لیے ٹیسٹ دیتے ہوئے روزہ توڑنا شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ ایسے شخص کو چاہیے کہ اگر روزہ کے ساتھ دے سکتا ہو تو دے، ورنہ رمضان المبارک کا رکھے اور ٹیسٹ کے لیے رمضان کے بعد کے ایام کا انتخاب یا درخواست کرے۔ [شامی، کتاب الصوم: ۲/۴۲۰]

سوال: روزہ کی حالت میں کھٹے ڈکار آنے سے منہ میں پانی آجاتا ہے یا خوراک آجاتی ہے ان دونوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر ڈکار سے کھٹا پانی حلق تک آیا، منہ میں نہیں آیا، اور اندر اندر نگل لیا یا حلق سے اوپر آیا اور غیر ارادی طور پر خود بخود چلا گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ اگر ڈکار کے ساتھ کچھ کھانا وغیرہ بھی آیا اور منہ میں آجانے کے بعد پھر اس کو قصد و ارادہ سے نگل گیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا خواہ تھوڑی ہی مقدار کیوں نہ ہو، اس روزہ کی قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ [الدر المختار و حاشیہ ابن عابدین: ۲/۴۱۵]

سوال: کیا مچھر مکھی وغیرہ پیٹ میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر مچھر مکھی وغیرہ بلا اختیار پیٹ میں چلے جائیں تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ [الفتاوی الهندیہ: ۱/۲۰۳]

سوال: لسٹرین ایک جراثیم کش دوا ہے، جس کا استعمال دانتوں کی صفائی کے لیے کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا روزہ کی حالت میں لسٹرین (Listerine) کا استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: لسٹرین اگر حلق کے اندر نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن روزے کی حالت میں لسٹرین کا استعمال مکروہ ہے جیسے روزہ میں ٹوتھ پیسٹ، منجن وغیرہ کا استعمال مکروہ ہے۔

سوال: اگر کسی نے پورے رمضان کے روزوں کی نیت پہلے دن کر لی تو رمضان کے روزوں کے لیے کافی ہے کہ نہیں؟

جواب: پورے رمضان کے لیے ایک دن روزہ کی نیت کر لینا کافی نہیں، بلکہ روزانہ علیحدہ نیت کرنا ضروری ہے۔ [بدائع الصنائع: ۲/۸۰]

سوال: روزہ کی حالت میں زنڈو بام یا اس طرح کی دوسری دوائیں لگا سکتے ہیں یا نہیں جبکہ ایسی دواؤں کا اثر دماغ تک پہنچتا ہے۔

جواب: روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے جب کوئی چیز بعینہ فطری منفذ کے ذریعہ پیٹ یا دماغ تک پہنچے، اگر کوئی چیز مسامات بدن کے ذریعہ جسم میں داخل ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نیز اگر اصلی شے کے بجائے صرف اس کا اثر جسم کے اندر پہنچے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، بام وغیرہ لگانے سے جسم کے اندر صرف اس کا اثر پہنچتا ہے نہ کہ اصلی شے، نیز وہ بھی جسم کے اندر مسامات کے ذریعہ جاتا ہے اس لیے اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ [الفتاوی الهندیہ: ۱/۲۰۳]

سوال: اگر کسی شخص نے کلی کی اور پانی کی کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی اور اس نے اس تری کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہوتا ہے: **أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة و ابتلعه مع الطريق.** [الفتاوی الهندیہ: ۱/۲۰۱]

سوال: بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو منہ میں رکھ کر چبایا جاتا ہے ان کو نگلا نہیں جاتا مثلاً چیونگم وغیرہ، ایسی چیزیں چبانے سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: جن چیزوں کا مزہ حلق میں پایا جاتا ہو ان کو چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ حلق میں مزہ محسوس ہونے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، چیونگم استعمال کرنے والوں کا تجربہ ہے کہ حلق میں مزہ محسوس ہوتا ہے۔ [تاتارخانیہ: ۲/۱۱۴]

اہلِ خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جا رہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مولانا) فخر الحسن خان ندوی
ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	موبائل نمبر	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمن صاحب ندوی	9919490477	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبد الواسع صاحب	9307884504	استاذ شعبۂ حفظ	دھولیہ، مالیگاؤں، بھیونڈی، ممبئی
۳	مولانا محمد اسماعیل صاحب ندوی	8604346170	استاذ معہد (مہپت مئو)	ممبئی
۴	مولانا عبد الوکیل صاحب ندوی	9889840219	کارکن شعبۂ اصلاح معاشرہ	ممبئی
۵	مولانا عبد اللہ صاحب ندوی	7499569301	محرر دفتر اہتمام	ممبئی، نیو ممبئی
۶	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	9935219730 7505873005	استاذ دار العلوم استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	مدراس، وجے واڑہ
۷	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	9935987423	استاذ دار العلوم	حیدر آباد، نظام آباد، ناندیڑ
۸	مولانا انیس احمد صاحب ندوی مولانا شعیب احسن صاحب ندوی	9450573107 8960456786	استاذ دار العلوم استاذ دار العلوم	بھٹکل، شموگہ، ٹمکور، منکی، مرڈیشور
۹	مولانا رشید احمد صاحب ندوی مولانا زہیر احسن صاحب ندوی	7795864313 7355595278	استاذ دار العلوم استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	بنگلور، میسور
۱۰	مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی مولانا فخر الدین طیب صاحب ندوی	9889096140 9919917318	استاذ دار العلوم استاذ دار العلوم	آسنسول، کلکتہ، ۲۴/ پرگنہ
۱۱	قاری عبد اللہ خاں صاحب ندوی	9839748267	استاذ شعبۂ قرأت دار العلوم	دہلی
۱۲	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	9795715987	استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	کانپور
۱۳	مولانا شکیل احمد صاحب ندوی	9305418153	محرر کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی	الٰہ آباد
۱۴	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	9616514320	استاذ دار العلوم	سنبھل و اطراف
۱۵	مولانا جمال احمد صاحب ندوی	9450784350	کارکن شعبۂ دعوت و ارشاد	کلکتہ، حیدر گڈھ، مغل سرائے، سلطانپور و اطراف
۱۶	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	9670049411	استاذ معہد (مہپت مئو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج، شاہجہانپور
۱۷	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	9984070892	استاذ معہد (مہپت مئو)	لکھنؤ (شہر)
۱۸	مولانا محمد اسلم صاحب ندوی	9956223293	استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	پٹن و اطراف گجرات

۱۹	مولانا نثار احمد صاحب ندوی	7007504546	محصل شعبہ	رامپور، امروہہ، مرادآباد، بارہ بنکی، ایودھیا، پورنیہ
۲۰	مولانا محمد شرف الدین صاحب ندوی	9936740835	محصل شعبہ	راجستھان، کانپور
۲۱	قاری ماجد علی صاحب ندوی	9935626993 9044088886	محصل شعبہ	سیتاپور، اندور، اجین، بھوپال
۲۲	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	8400015009 9696954194	محصل شعبہ	گوا، کرناٹک کے اضلاع، آمبور، غازی آباد
۲۳	مولانا علیم اللہ صاحب ندوی	9721413704	محصل شعبہ	بستی، ممبئی
۲۴	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	7250655682	محصل شعبہ	احمدآباد، نوساری، دھولیہ، واپی ودیگر اضلاع گجرات
۲۵	حافظ امین اصغر صاحب	8439165413	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروزآباد، سہارنپور، بلندشہر، سکندرآباد
۲۶	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	8853258362	محصل شعبہ	کھنڈوہ، اطراف رتنا گیری، ستارا، پونہ، کولہاپور، سورت
۲۷	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	8960513186	محصل شعبہ	اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمدنگر، بنارس، مظفرنگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۲۸	مولانا عبدالرحیم صاحب ندوی	7388509803	محصل شعبہ	ناگپور، بارہ بنکی، جھانسی، جونپور، اعظم گڈھ، مئو واطراف
۲۹	مولانا عبدالماجد خاں صاحب ندوی	9918128885	محصل شعبہ	دہلی، پانی پت، پنجاب، آکولہ، جلگاؤں، بلڈانہ
۳۰	مولانا محمد شعیب صاحب ندوی	6394260480	محصل شعبہ	حیدرآباد، بھدوہی
۳۱	مولانا ابوالحیات صاحب ندوی	9795891123	استاذ مکتب شہر	پٹنہ واطراف
۳۲	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	9389868121	استاذ مکتب شہر	سیوان، چمپارن، دربھنگہ، سمستی پور، مظفرپور، بھاگلپور، پٹنہ وغیرہ
۳۳	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	9919203409	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۳۴	مولانا بشیر الدین صاحب	9889438910	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۳۵	حافظ مبین احمد صاحب	9839588696	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)

ACCOUNTS NO. NADWATUL ULAMA

ZAKAT	:	10863759766
ATIA	:	10863759711
BUILDING	:	10863759733
IFSC CODE	:	SBIN0000125
PHONE	:	0522-2741231

STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

باسمہٖ تعالیٰ

Date 25th February 2026

تاریخ ۲۵؍فروری ۲۰۲۶ء

اہلِ خیر حضرات سے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں ندوۃ العلماء اپنی علمی، دینی، تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دے رہا ہے، اور ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہے جن کے لیے ندوۃ العلماء کو قائم کیا گیا تھا، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور اسلامی علوم کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دینِ حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں۔

لہٰذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے صدقات و عطیات چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ اور آن لائن ندوۃ العلماء کے مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں منتقل فرمائیں، ایسے نازک اور مشکل حالات میں ندوۃ العلماء کے ساتھ آپ کا تعاون نہایت اہمیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کو ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

(مولانا ڈاکٹر) تقی الدین ندوی	(ڈاکٹر) محمد اسلم صدیقی	(مولانا ڈاکٹر) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد عمار حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

NADWATUL ULAMA

عطیات	A/c No. 1086 3759 711
تعمیرات	A/c No. 1086 3759 733
زکوٰۃ	A/c No. 1086 3759 766

IFSC CODE : SBIN0000125 - STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

ONLINE DONATION LINK
https://www.nadwa.in/donation/

نوٹ: چیک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
اور اس پتہ پر ارسال کریں:
Nizamat office, Nadwatul Ulama,
Tagore Marge, Lucknow - 226007 (U.P.)
معطیان کرام! براہ کرم اپنے عطیات ارسال کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نمبر
+91-8736833376
پر مطلع فرمانے کی زحمت کریں، اس سے دفتری کارروائی میں سہولت ہوگی۔
فجزاکم اللہ خیر الجزاء

website : www.nadwa.in
Email : nizamat@nadwa.in

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا